SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, March 29, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at thirty two minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ ٱللهِ ٱلرَّحْمٰنِ ٱلرَّحِيْمِ

إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَـٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَـٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا
تَحۡزَنُواْ وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ٱلَّتِى كُنتُمۡ تُوعَدُونَ (٣٠)نَحۡنُ أَوۡلِيَآؤُكُمۡ فِى
ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِى ٱلۡأَخِرَةِۖ وَلَكُمۡ فِيهَا مَا تَشۡتَهِىٓ أَنفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيهَا مَا
تَدَّعُونَ (٣١) نُزُلاً مِّنۡ غَفُورٍ رَّحِيمٍ (٣٢) وَمَنۡ أَحۡسَنُ قَوۡلاً مِّمَّن دَعَآ إِلَى
ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَـٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلۡمُسۡلِمِينَ (٣٣)

ترجمہ:-

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اُتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشی مناؤ۔ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں۔ اور وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی۔ یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔ اور اس شخص سے بات

کا اچھا اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

سورۃ حٰم سجدہ (آیات ۳۰ تا ۳۳)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave application

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب محمد ہمایوں خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 26 مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد کاظم خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 29 مارچ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ عافیہ ضیاء صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 26 مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب راجہ محمد ظفر الحق صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 25 اور 26 مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب حاجی محمد عدیل صاحب نے ناسازی طبیعت کی بنا پر آج مورخہ 29 مارچ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عدنان خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 22 اور 24 مارچ کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جی motions لے لیتے ہیں۔ لیڈر آف دی ہاؤس نہیں ہیں؟ جی حاجی صاحب۔ سواتی صاحب آپ آگے آجائیے، سینیٹر بھی ہیں، منسٹر بھی ہیں۔ آپ پیچھے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جی حاجی صاحب۔

سینیٹر حاجی غلام علی: جناب چیئرمین! اس وقت پورا پاکستان ایک سنگین بحران سے گزر رہا ہے۔ اس ایوان کی حالت یہ ہے کہ اس وقت اس ایوان میں کوئی ذمہ دار شخص موجود نہیں ہے۔ جناب والا! اس وقت پورے ملک سے تین سو علما گرفتار ہوئے ہیں۔ مدارس اور مساجد کو شہید کیا جا رہا ہے ۔ بلوچستان میں ایک متوازی حکومت بنی ہوئی ہے۔ سندھ میں لوگوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ لوڈشیڈنگ نے عوام کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ اسی طرح میرٹ کا قتل عام ہو رہا ہے۔ بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایوان اپنے تئیں کوشش کرتا ہے لیکن یہاں پر حکومت کا کوئی ذمہ دار شخص موجود نہیں ہے۔ اگر اس طرح ایوان کی کارروائی چلتی رہے تو میرے خیال میں یہ پاکستانی عوام کی بھی اور اس ایوان کی بھی توہین ہے۔ ہمیں قوم نے اس ایوان میں اس لیے بھیجا کہ ہم اس ملک کے غریب عوام کو مشکلات سے نکالیں۔ ان کے لیے کوئی پالیسی تشکیل دیں اور اس کی implementation کے لیے کوشش کریں لیکن یہ سب کچھ آج عبث ہے۔ کوئی ذمہ دار اپنی ذمہ داری قبول نہیں کر رہا اور نہ حکومت اس سمت جا رہی ہے کہ ان بحرانوں پر قابو پا لے گی ۔ اگر اس طرح یہ کارروائی چلتی ہے تو میرے خیال میں ہم آج کے اجلاس کا بائیکاٹ کرتے ہیں تا کہ اس کے لیے کوئی proper طریقہ کار طے ہو جائے۔

(اس مرحلے پر جے یو آئی (ف) کے اراکین نے ایوان سے واک آؤٹ کیا)

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب چیئرمین! یہ جو آپ کا شیڈول ہے میرے خیال میں بہت مناسب شیڈول ہے۔ اس پر کارروائی شروع کریں۔

جناب چیئرمین: جی کارروائی شروع کرتے ہیں۔ بیٹھ جائیے، کارروائی شروع کرتے ہیں۔
بخاری صاحب آئٹم نمبر ۲ موشن ہے۔ We may now take up item No.2, Dr. Abdul Khaliq Pirzada. Mr. Abdul Hafeez Khan. Mr. Sardar Ali Khan and Mr. Muhammad Jahangir Badar may move the motion. وزیر صاحب کو بلا لیجیئے جواب دینا ہوگا۔ شاہ صاحب کو دیکھیں نیشنل اسمبلی میں ہوں گے۔ جی پیرزادہ صاحب بسم اللہ کیجیئے۔

Motion under Rule 194 : The ways and means to protect the rights of residents of slum areas (Kachi Abadies) in the Country.

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! اپنے معزز ساتھیوں، جناب عبدالحسیب خان، جناب سردار علی خان اور جناب محمد جہانگیر بدر کے ساتھ مشترکہ طور پر میں نے یہ تحریک پیش کی ہے اور کر رہا ہوں کہ ایوان میں کچی آبادیوں میں رہائش پذیر لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے طریقوں اور ذرائع کو زیر بحث لایا جائے۔ جناب والا! ہمارے ملک کے اکثر عوام غریب ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، اپنی تقریر شروع کیجیئے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جناب والا! میں عرض کر رہا ہوں۔ یہ جو کچی آبادیوں کا مسئلہ ہے۔ سب سے پہلے کچے مکان ہی بنا کرتے تھے ۔ اب کچھ سالوں سے پکے مکان بننے زیادہ شروع ہوگئے ہیں۔ دیہاتوں سے چالیس فیصد سے زیادہ لوگ آئے ہیں۔ شہروں میں آباد ہوگئے ہیں، کچھ نے مکانات بنا لیے ہیں کچھ کو مکان نہیں ملتے۔ مزدوری سے ان کی روٹی بھی پوری نہیں ہوتی۔ کچھ آبادیوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں علمائے سیاست کا اختلاف ہے کہ بعض لوگوں نے آبادیوں کی اجازت ریونیو بورڈ سے لی ہوئی ہے۔ بعض آبادیوں کو حکومت نے تسلیم کیا ہوا تھا اور ان کو گیس اور بجلی کے میٹر بھی لگا دیئے تھے۔وہاں پر مساجد اور امام بارگاہیں بھی بن گئیں ۔ کچھ لوگوں نے ناجائز قبضے کئے ہوئے ہیں، حکومت کو اس کا بھی خیال ہے اور اس سے بھی عوام پر بہت برا اثر پڑتا ہے لیکن مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے اور سفید کے ساتھ سیاہ کو بھی مٹا دیا جائے یا سیاہ اور سفید کو ایک جیسا مان کر کوئی

roller چلادیا جائے یا قانون بنا دیا جائے تو ایسا بھی حکومتیں نہیں کرتیں اور ہماری حکومت بھی نہیں کرے گی اور نہ کبھی ایسا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (عربی) سفید اور کالا ایک جیسا نہیں ہوتا ہے۔ اب کچھ آبادیاں ڈھائی جا رہی ہیں اور کچھ کو ڈھانے کا پروگرام ہے، حکومت بھی اس پر کافی توجہ دیئے ہوئے ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ ساتھیوں کی بات چیت بھی اوپر ہو رہی ہے، میں یہ کہتا ہوں کہ کئی آبادیاں ایسی ہیں جن کے مکین کہتے ہیں کہ ہمارے مکانات ناجائز طور پر ڈھا دیئے گئے ہیں۔ اب ناجائز طور پر اگر پولیس جاتی ہے اور آدھے گھنٹے میں ان کو loud speakers پر وارننگ دے کر ان کے مکانات پر bulldozer پھیر دیا جاتا ہے تو یہ عمل تو ہر صورت میں ناجائز ہے چاہے وہ آبادی جائز ہے یا ناجائز ہے۔ یہ حکومت ماشاء اللہ کافی قابل حکومت ہے اور وہ سوچ رہی ہے اور اس پر بات چیت ہو رہی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ایوان میں اس پر بحث ہوجائے کہ کون سی آبادیاں جائز ہیں اور کون سی آبادیاں ناجائز ہیں، ان کی کیا categories ہیں، کس قسم کی آبادیاں ہونی چاہئیں اور کس قسم کی آبادیاں نہیں ہونی چاہیئں، کن آبادیوں کو گرنا چاہیے کیونکہ land mafia ان کچی آبادیوں کے سائے میں بہت کام کر رہا ہے۔ کھربوں روپے کی زمی`ن پر قبضہ ہو رہا ہے اور ان کی خرید و فروخت روزانہ ہو رہی ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ کاروبار بھی ختم ہو اور جو اصل حقدار اور غریب لوگ ہیں ان کے لیے کوئی کالونی بننی چاہیے جیسا کہ وزیراعظم صاحب نے بھی اس دن اس سلسلے میں کچھ فرمایا تھا کہ ہماری پارٹی کی پالیسی یہ ہے بلکہ ہمارے ساتھ جو پارٹیاں coalition میں ہیں میرے خیال میں تمام پارٹیوں کی پالیسی یہی ہوگی کہ جن کے پاس نہیں ہیں اور جو جھگیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کو 8 x 8 کا ایک ایک کمرہ بنا کر دے دیا جائے، اس دن سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اگر ایوان میں اس موضوع پر بحث ہوتی ہے تو میرے خیال میں اس ملک کے لیے اور ملک کے عوام کے لیے اور 80% لوگوں کے لئے بہت زیادہ مفید ہوگی۔ آپ اس سلسلے میں ماہرین کی رائے لے لیں اور حکومت کو وہ رائے پیش کی جائے اور اس کے بعد حکومت جو فیصلہ کرے گی وہ اچھا اور مناسب فیصلہ ہوگا۔ لہٰذا ہم یہ تحریک آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور معزز ممبران سے میری گزارش ہے کہ کچی آبادیوں کے ہر جزو پر، ہر صغیرہ کبیرہ جزو پر تفصیل سے اور دل کھول کر بات کریں کیونکہ مسئلہ انسانیت کا ہے اور مسئلہ قوم کی ان بیٹیوں کا ہے۔ ہم نے ایسے بھی واقعات دیکھے ہیں اپنی آنکھوں سے کہ حاملہ عورتوں کو اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا ہے۔ اب یہ مسئلہ قومی ہے، یہ مسئلہ وفاق کا ہے، یہ مسئلہ صوبائی ہے، یہ مسئلہ ذاتی ہے، یہ مسئلہ محلوں کا ہے یا کوئی اور system ہے، ان سب پر بحث ہوجائے تاکہ یہ مسئلہ ختم ہو۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ حافظ رشید صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے اس تحریک پر بولنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب چیئرمین! تحریک ہے کہ کچی آبادیوں میں رہائش پذیر لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے طریقوں اور ذرائع کو زیر بحث لایا جائے۔ سب سے پہلے تو میں ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس اہم موضوع پر اس ایوان کی توجہ مبذول کرائی۔

جناب چیئرمین! میں کون کون سی باتیں عرض کروں۔ آج کل ہمارا ملک ایک عجیب صورتحال سے دوچار ہے۔ ہر چیز کی shortage ہے، ہر چیز کی کمی ہے، ہر چیز ندارد ہے۔ میں تو کبھی کبھار سوچتا ہوں کہ کیا ہوگا اس ملک کا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اس ملک میں اس وقت ہر چیر کا بحران ہے۔ ابھی حاجی صاحب اٹھے، انہوں نے بہت کچھ کہا load shedding کے بارے میں۔ میں اسی بات سے شروع کروں گا۔ آج سب سے زیادہ ضروری اور بنیادی چیز بجلی ہے۔آج بجلی نہیں اور بجلی کی shortage ہے اور میرے خیال میں آج کل ہر چیز کا انحصار بجلی پر ہے۔ اگر بجلی نہیں تو کوئی چیز کام نہیں کرتی۔آپ یقین کریں میں پچھلے دنوں اپنے علاقے چارسدہ گیا تھا تو وہاں رات دس بجے بجلی گئی اور تقریباً تین بجے دوبارہ آئی۔ جناب چیئرمین! یہ عجیب سی صورتحال ہے۔ ٹی وی پر آتا ہے کہ اب 6000 MW کا shortfall ہے اور کبھی آتا ہے کہ 7000 MW کا shortfall ہے۔ اس کے لیے کچھ سوچنا چاہیے، اس کے لیے کچھ غور وفکر بھی کرنی چاہیے۔ ہم تو ادھر آتے ہیں اور بحث کر کے چلے جاتے ہیں۔ ہم نے ایک debate hall بنایا ہوا ہے۔ میرے خیال میں جناب چیئرمین! اس سے کام نہیں چلے گا۔ کام چلے گا محنت اور غور وفکر سے۔ ہمارے وزراء حضرات اور دوسرے بہت سے اہم لوگ باہر جاتے ہیں اور پتا نہیں وہ کیا کرتے ہیں اور وہاں ایک دوسرے سے سر جوڑتے ہیں، ایک دوسرے سے سر ملاتے ہیں اور یہاں آکر کہتے ہیں کہ کسی چیز پر غور و فکر کرنے کے لیے سر تو جوڑنا پڑتا ہے۔ میرے خیال میں جناب چیئرمین! اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔آج کل بجلی کی بندش نے وہ حشر کیا ہوا ہے اور خاص طور پر سرحد کے حوالے سے میں بات کر دوں، جناب زاہد خان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں -----

جناب چیئرمین: آپ کچی آبادی کے بارے میں بھی بات کیجیئے۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: میں کرتا ہوں جناب۔ آپ کو اگر خبر ہو جائے ہمارے صوبے کے بارے میں تو آپ حیران ہوں گے کہ یہ لوگ زندگی کس طرح گزار رہے ہیں۔ وہاں مچھر، مکھی اور پھر گرمی کی وجہ سے بہت سی پریشانیاں ہیں۔

اب میں آتا ہوں کچی آبادیوں کی طرف۔ میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا جناب چیئرمین! کہ وہاں پر ایک چیز بھی نہیں ہے۔ گیس نہیں ہے، چینی نہیں ہے اور دوسری سہولیات نہیں ہیں۔ میں کس کس چیز کا ذکر کردوں۔ یہ عجیب صورتحال ہے کہ مختلف جگھوں پر کچی آبادیاں بیشک ہیں لیکن حکومت کی طرف سے کبھی ان کو notice ملتا ہے کہ یوں کردیں، اس طرح کردیں، ان کو بے دخل کر دیا جاتا ہے اور ہمارے چارسدہ میں چھوٹے چھوٹے گھر ہوتے ہیں اور ان کے درمیان میں نالیاں ہوتی ہیں اور ایک عجیب سی صورتحال ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ایوان اس چیز پر ہمدردانہ غور کرے اور سنجیدگی سے غور کرے کہ کچی آبادیوں کے لیے کیا ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں اگر حکومت غور کرے اور ان کو تین تین مرلے کے پلاٹ پر گھر بنا کر دے دیں تو اس سے حکومت کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بھی ہماری ریاست کا حصہ ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان کو تین تین مرلے کے گھر مفت دیے جائیں اور ان غریبوں کے دل جیت لیے جائیں۔ شکریہ جناب والا۔

جناب چیئرمین: جی سیمیں صدیقی صاحبہ۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: یہاں motion move کیا گیا ہے اور جناب والا! یہاں پر کوئی وزیر نہیں ہے اور Leader of the House بھی موجود نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ کہاں چلے گئے ہیں۔ Leader of the House کہاں چلے گئے ہیں؟

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب والا! آپ نے ان کو بھیجا ہے Minister کو بلانے کے لیے۔

جناب چیئرمین: چانڈیو صاحب آپ چلے جائیے ناں - بخاری صاحب کو کہیے کہ آپ کی ادھر ضرورت ہے۔ ان کی جگہ آپ چلے جائیے اور ان کو بلالائیے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ "ایک شمع رہ گئی تھی سووہ بھی خاموش ہے" خدا کے لیے کوئی تو یہاں آئے۔

جناب چیئرمین: بابر غوری صاحب! آپ ادھر بیٹھیے۔ اعظم سواتی صاحب کہاں گئے ؟

سینیٹر محمد زاہد خان: وہ سوات چلے گئے ہیں۔ وہ walk out کر گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ walk out کر کے چلے گئے ہیں، منسٹر صاحب بھی walk out کر گئے ہیں۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: جناب! میں یہ عرض کروں گا کہ وہ لوگ بھی walk out کرتے ہیں اور آپ کے منسٹرز بھی walk out کرتے ہیں اور اقتدار کے مزے بھی لوٹتے ہیں۔ Chief Whip کا کام لوگوں کو منانا ہے، وہ خود walk out کریں تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔ منسٹر صاحب کو walk out نہیں کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: جی تشریف رکھیئے۔ چلیں سیمیں صاحبہ۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: میں انتظار کر لیتی ہوں تا کہ وہ آجائیں۔

سینیٹر بابر خان غوری (وفاقی وزیر برائے جہاز رانی و بندر گاہیں): کس مسئلے پر بحث ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین: وہ آرہے ہیں۔ غوری صاحب! کچی آبادیوں کے اوپر 194 کے تحت motion ہے اس پر بحث ہو رہی ہے۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب! اس میں نیئر بخاری صاحب کی کیا approval چاہیے سیمیں صاحبہ آپ اپنی بات کریں

سینیٹر سیمیں صدیقی: وہ نہ سنیں اور نہ note points کریں۔ کیا تقریروں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: نبیل گبول صاحب بھی آگئے ہیں۔

سینیٹر بابرخان غوری: جو بھی کارروائی ہوتی ہے وہ سب record ہوتی ہے۔ محترمہ بڑی پرانی رکن ہیں ان کو علم ہونا چاہیے کہ تمام recording ہو رہی ہے۔ان کی voice بھیrecord ہو رہی ہے۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: سارے معزز ارکان نے اعتراض کیا ہے، صرف میں نے ہی اس بات پر اعتراض نہیں کیا ہے۔

جناب چیئرمین: سیمیں صاحبہ آپ بسم اللہ کیجئے۔ چلیں بہت بہت شکریہ۔

(مداخلت)

سینیٹر سیمیں صدیقی: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! ان کے علاقے میں کچی آبادیاں ہیں اور وہ بارہ کھو میں رہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب کا علاقہ ہے، وہ آکر جواب دیں گے۔ جی بسم اللہ کیجئے۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: یہاں پر کچی آبادیوں کا موضوع چھیڑا گیا ہے۔میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک نہایت ہی اہم موضوع ہے اور خاص طور پر حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے دور میں چاہے کوئی حکومت رہی ہو، چاہے وہ پیپلز پارٹی کی رہی ہو، چاہے PML(Q) کی، چاہے PML (N) کی رہی ہو، کچی آبادیوں کی طرف توجہ نہیں دی گئی ہے۔ جناب عالی! میں نے کچی آبادیوں میں بہت کام کیا ہے اور میں جانتی ہوں کہ ایک land mafia ہے جو سارا کھیل کھیلتی ہے اور ان آبادیوں کو آباد کرنے کے پیچھے land mafia کا ہاتھ ہے۔ اس میں علاقے کا تھانہ بھی ملوث ہوتا ہے۔ ان کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ پہلے یہ ایک مسجد تعمیر کرتے ہیں اور اس کے بعد اس کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے گھر بنانے شروع کر دیتے ہیں، ظاہر ہے جب انتظامیہ کی توجہ نہ ہو اور تھانہ ملوث ہو، تھانہ پیسے لے کر یہ کام کرواتا ہو تو اس میں حکومت کو آنکھیں کھولنی چاہئیں۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کچی آبادی کے رہائشیوں کی بڑی poor condition ہوتی ہے، اتنی تنگ گلیاں ہوتی ہیں کہ ان میں سے جنازہ بھی مشکل سے گزرتا ہے۔ میں ایک واقعے کی چشم دید گواہ ہوں کہ ایک کچی آبادی میں میت ہو گئی، آپ یقین کریں کہ گلی اتنی تنگ تھی کہ میت کو چادر میں ڈال کر اس گلی سے نکالنا پڑا۔ میں سمجھتی ہوں کہ حکومت کی اولین ذمہ داری عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کرنا ہے

اور پیپلز پارٹی کا یہ نعرہ بھی رہا ہے۔ میں صرف پیپلز پارٹی کی حکومت کو موردالزام نہیں ٹھہرانا چاہتی، ماضی میں جتنی بھی حکومتیں آئیں انہوں نے اس طرف توجہ نہیں دی۔

جناب چیئرمین! یہاں پر جرائم پیشہ لوگ پناہ لیتے ہیں، یہاں پر drug mafia بہت سرگرم ہوتی ہے، یہاں پر جوئے کے اڈے چلتے ہیں، شراب کے اڈے چلتے ہیں۔ یہاں پر لڑکیوں کی عزتیں محفوظ نہیں ہوتیں، اتنا خراب ماحول ہوتا ہے کہ بچیاں باہر نہیں نکل سکتیں، ہمارے گھروں میں کام کرنی والی ماسیاں وہیں رہتی ہیں، ان کو انتہائی دشواری کا سامنا ہے۔ اکثر اوقات تو یہ ہوتا ہے کہ جو علاقے کے غنڈے ہوتے ہیں، جو اثرورسوخ رکھتے ہیں اور خوف پیدا کرتے ہیں، وہ پولیس کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں، ان کے ساتھ مل کر ناجائز طور پر لوگوں کو تھانے میں بلاتے ہیں، ان کے خلاف FIR کٹواتے ہیں، سارے جرائم یہاں پر ہوتے ہیں۔

میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ کچی آبادیوں میں سب سے زیادہ کنڈا سسٹم ہے، ان کو بجلی فراہم نہیں کی جاتی۔ پچھلے دور میں یہ ہوا تھا کہ operation snake hunt programme شروع کیا گیا تھا، یہ میں KESC والوں کے لیے بھی کہنا چاہوں گی کیونکہ میرا تعلق کراچی سے ہے۔ اس آپریشن کے ذریعے ہر کچی آبادی میں یا جہاں پر کنڈا سسٹم چل رہا تھا، وہاں پر انہوں نے camps لگائے تھے، on the spot challan بھر کر connections جاری کیے جاتے تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ جہاں جہاں پر کنڈا سسٹم رائج ہے اس scheme کو دوبارہ throughout Pakistan شروع کرنا چاہیے۔ کچی آبادیوں میں صفائی ستھرائی کا کوئی نظام نہیں ہے، وہاں کے لوگوں میں hygiene کے بارے میں awareness پیدا کرنے کی ضرورت ہے، تمام بیماریاں گندگی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں شعور کی ضرورت ہے تاکہ وہ hygiene کا خیال رکھ سکیں۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، اسے چاہیے کہ proper planning کے ساتھ colonies آباد کرے، حکومت کے پاس بہت زمین موجود ہے، انہیں چاہیے کہ labour colonies بنائیں اور دیگر colonies بنائیں۔ غریب لوگوں کو آسان قسطوں پر گھر بنا کر فراہم کیے جائیں۔ ایک "وسیلہ حق" پروگرام شروع کیا گیا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک اچھا پروگرام ہے، اسی کی طرز پر ایک ایسا پروگرام ہونا چاہیے جس میں وہ غریب لوگ جنہوں نے بے نظیر سپورٹ پروگرام کے cards حاصل کیے ہوئے ہوں، ان کے لئے گھروں کے سلسلے میں بھی قرعہ اندازی ہو اور انہیں آسان شرائط پر گھر فراہم کیے جائیں۔

جناب چیئرمین! کچی آبادیوں کے سلسلے میں بتاؤں کہ اس میں صرف land mafia ہی نہیں، اس میں بڑے بڑے سیاسی لوگ بھی ملوث ہیں کیونکہ ہمارا main vote bank کچی آبادیوں میں ہےاور زیادہ ووٹر وہیں سے نکلتا ہے۔ میرا خیال ہے پکی آبادیوں میں ووٹ ڈالنے والوں کی percentage کم ہے۔ جہاں ہمارا مفاد ہوتا ہے وہاں ہم کچی آبادی کو برداشت کرلیتے ہیں لیکن جہاں ہمیں یہ پتا ہوتا ہے کہ یہاں ہمارا vote bank نہیں ہے تو ہم اس کو مسمار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جناب والا! اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ جو کچی آبادیاں existing ہیں، ان کو بہتر کیا جائے کیونکہ displace کرنے سے اس جگہ کی جو اس وقت market value ہے وہ حکومت نہیں دے پائے گی۔ بجائے ان کو displace کرنے کے انہی آبادیوں کو improve کیا جائے، ان کی گلیاں چوڑی کی جائیں، drainage system اچھا کیا جائے اور انہیں بنیادی سہولتیں فراہم کی جائیں تا کہ وہ بھی دوسرے شہریوں کی طرح ساری basic facilities حاصل کرسکیں۔

جناب والا! حکومت کے پاس بہت زمین ہے، کوئی کمی نہیں ہے، وہ زمین بھی قبضہ مافیا کے قبضے میں چلی جاتی ہے، بڑے مہنگے داموں بکتی ہے اور prime land ہوتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ حکومت یہ زمینیں غریبوں میں مفت تقسیم کرے اور انہیں آسان اقساط پر قرض فراہم کرے تا کہ وہ بھی useful citizen ثابت ہوں اور ایک عام شہری کی طرح اچھے طرز کی زندگی بسر کرسکیں۔ وہیں پر industrial area ہو، جہاں پر labour colonies ہوں وہیں پر industrial area zones create کیے جائیں تا کہ مقامی labour ان industries میں اپنی ملازمت تلاش کرے اور اسے شہر سے دور نہ جانا پڑے۔ یہ کچی آبادیاں اس لیے بھی ہوتی ہیں کہ unemployment بہت زیادہ ہے اور اچھے معاش کے سلسلے میں لوگ شہروں کا رخ کرتے ہیں، جس قصبے یا علاقے سے ان کا تعلق ہو اگر ہم وہیں پر industries لگائیں اور وہیں پر colonies بنا کر jobs فراہم کریں تو وہ یقیناً شہروں کا رخ نہیں کریں گے۔ جب ان کو ساری سہولتیں اپنے قصبے میں ملیں گی تو پھر کچی آبادیوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور آئندہ ایسی کچی آبادیاں نہیں بن پائیں گی۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی بادینی صاحب۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: شکریہ جناب چیئرمین۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جو برائی ہے وہ اس وقت ہماری حکومت کے دور میں ہے۔ ہمیں اس ایوان میں سات سال ہوگئے، یہ باتیں

ہم سنتے رہتے ہیں اور ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آج میں کچی آبادیوں سے ہٹ کر پکی آبادیوں پر آتا ہوں۔ اس وقت اسلام آباد میں پکی آبادی ہے۔ ہاؤسنگ منسٹر اور میرے خیال میں سارے ممبران گواہی دیں گے اور سات سال کی تو میں بھی گواہی دیتا ہوں اور وہ بھی دیں گے جو اس دوران آئے ہیں اور جو موجودہ ہیں، جو بھی allotment ہوتی ہے وہ سیکریٹری صاحب کے کہنے پر ہوتی ہے، سودے بھی ہوتے ہیں، ہمارے کسی سٹاف کو مکان نہیں مل رہا۔

جناب چیئرمین: بادینی صاحب! آپ کچی آبادی کی بات کریں۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: جب آپ کچی کو پکی بنائیں گے تو اس کا انجام بھی یہی ہوگا۔ آپ بیشک بنائیں، یہ مافیا اب بھی ہے اور بعد میں بھی ہو گی۔ آپ لوگ کوئی ایسا طریقہ کار نکالیں اور اس کو کنٹرول کریں تو کچی آبادی بھی کنٹرول ہو گی، مگر یہ نہیں ہو رہا۔ ادھر منسٹر صاحب بڑے اچھے طریقے سے لکھتے ہیں، پتا نہیں کتنے قلم صحیح ہوتے ہیں اور ادھر جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ جگہ خالی نہیں ہے اور ساتھ ہی دوسرے لوگ جو ملازم بھی نہیں ہیں وہ allotment لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کچی آبادیاں آپ کس کے لیے بنائیں گے؟ مافیا کے لیے پیسے خرچ کریں گے، سب سے پہلے ان کے لیے طریقہ کار وضع کیا جائے، اس کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے۔ سیکریٹری صاحب اور ان کا سٹاف خود مختار بادشاہ نہ بنیں، ان کے لیے بھی کوئی طریقہ کار ہونا چاہیے، ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ الزام لگانا بہت آسان ہے، ہم بھی کہتے ہیں اور جس طرح محترمہ نے فرمایا کہ وہاں سب لوگ کنڈا لگاتے ہیں ، یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ کیوں control نہیں ہو سکتے؟ وہ ایک جگہ پر بیٹھے ہیں، باقی بحران تو اپنی جگہ اس کچی آبادی کو آپ ایک گاؤں کہہ سکتے ہیں، اگر وہ control نہیں ہو سکتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ سب لوگ مہربانی کریں کوئی طریقہ کار نکالیں، ممبران سے تجاویز لیں کہ کیا کیا جائے یا پھر ایک الگ کمیٹی بنا دی جائے جس کے ذریعے allotment وغیرہ ہو۔ آپ لوگ ایک شخص کو بادشاہ بنا دیتے ہیں، منسٹر صاحب سے پوچھیں تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے تو پتا نہیں ہے، آپ سیکرٹری سے بات کریں۔ چار، پانچ مرتبہ مجھے لکھ کر دیا ہے، اوروں کو بھی لکھ کر دیا ہوا ہے۔ آپ مہربانی کریں اس پر توجہ دیں، پکی آبادیاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں، باہر کے لوگ آکر رہتے ہیں، ہمارے سٹاف کے لوگ دھکے کھا رہے ہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: صلاح الدین ڈوگر صاحب۔

سینیٹر ملک صلاح الدین ڈوگر: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آج آپ نے مجھے ایک حساس موضوع پر بولنے کا موقع فراہم کیا اور میں پیرزادہ صاحب اور ان معزز سینیٹروں کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے یہاں پر یہ motion پیش کی ہے۔ کچی آبادیاں اس وقت بنیں جب پاکستان بنا اور ان آبادیوں میں وہ لوگ آ کر آباد ہوئے جنہوں نے اپنی جانیں، بچے اور بھائی قربان کیے اور اس پاکستان کے لیے قربانیاں دیں۔ وہ لوگ آ کر ان کچی آبادیوں میں رہائش پذیر ہوئے۔ پیرزادہ صاحب نے پچھلی مرتبہ وزیراعظم صاحب کے سامنے فرمایا تھا کہ کچی آبادیوں میں جو لوگ ہیں، ان کو زبردستی نکالا جا رہا ہے، ہم اس کی مذمت کرتے ہیں اور حکومت ایسے اقدام کی حمایت نہیں کرتی۔ میں آپ کے سامنے کچی آبادیوں کی صرف ایک مثال پیش کروں گا کہ نوابزادہ لیاقت علی خان نے کمشنر ہاشم رضا کو بلایا کہ کل ہم نے قائداعظم کی تدفین کرنی ہے، آپ جگہ تلاش کریں۔ کمشنر نے تمام جگہیں تلاش کرنے کے بعد جس جگہ آج قائداعظم مدفون ہیں، یہ جگہ تجویز کی۔ جب عملہ وہاں گیا تو پتا چلا کہ وہاں پر پندرہ ہزار مہاجرین کی جھونپڑیاں ہیں۔ DIG اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ یہاں پر جو مہاجرین آباد ہیں ان کو کس طرح ہٹایا جا سکتا ہے تو کمشنر نے وہاں کے جو معززین تھے، ان کو بلایا اور کہا کہ آپ کو پتا ہے کہ قائداعظم انتقال فرما گئے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں بھی رونا دھونا ہو رہا ہے اور انہیں جب یہ کہا گیا کہ ہم نے یہ جگہ تجویز کی ہے کہ یہاں پر قائداعظم کی تدفین کی جائے۔ اس پر وہاں کے لوگوں نے کہا کہ ہمیں ایک گھنٹہ دے دیں، ہم ایک گھنٹے میں یہ پندرہ ہزار جھونپڑیاں یہاں سے ہٹا دیں گے۔ انہوں نے وہاں اپنے گھر قربان کیے تھے اور یہاں ان کو جو جھونپڑیاں ملی تھیں، وہ بھی قائداعظم پر قربان کر دیں اور دوسری جگہ پر جا کر آباد ہو گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا کوئی آسرا نہیں ہے اور پاکستان کو بنانے میں ان کا سب سے زیادہ حصہ ہے اور وہ دربدر ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ میری بہن سیمیں نے فرمایا کہ کچی آبادیوں کو proper طور پر develop کیا جائے، ان میں ترقی کی جائے۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان میں پہلی مرتبہ اعلان کیا تھا کہ جہاں پر کچی آبادیاں چالیس گھروں پر مشتمل ہیں، ان کو کچی آبادی declare کر دیا جائے۔ اب تو ایک ایک کچی آبادی میں دو، تین سو گھر ہیں تو چالیس گھروں کا جو ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے فرمایا تھا یہ تو اس سے بڑھ گئی ہیں اس لیے حکومت چاہتی ہے کہ وہاں پر proper طریقے سے کام کیا جائے کیونکہ پیپلز پارٹی کی حکومت تو غریبوں کی حکومت ہے، پیپلز پارٹی کو تو غریب لوگ ووٹ دیتے ہیں، پیپلز پارٹی تو عوام کی جماعت ہے۔ پیپلز پارٹی اب ہر جگہ پر labour colonies بنا رہی ہے۔ میں پیرزادہ

صاحب اور سب کو مبارکباد دیتا ہوں اور اس Houseمیں یہ عرض کروں گا کہ ہم تمام مل کر ان لوگوں کے لیے سوچیں جنھوں نے اس ملک کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ہمایوں صاحب۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: میں ایک تصحیح کرنا چاہتی ہوں کہ 1985میں محمد خان جونیجو صاحب نے اعلان کیا تھا کہ جتنی کچی آبادیاں 1985سے پہلے کی ہیں، ان کو regularize کر دیا جائے گا اور جہاں چالیس گھر ہوں گے، اس کو کچی آبادی تصور کیا جائے گا۔ یہ محمد خان جونیجو صاحب نے کیا تھا۔

جناب چیئرمین: سندھ میں تو کچی آبادی ایکٹ بھی ہے۔ جی ہمایوں صاحب۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ آج عبدالخالق پیرزادہ صاحب نے اس House کی توجہ ایک اہم موضوع کی طرف دلائی ہے۔ کچی آبادی بے شک بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کچی آبادیاں in the first placeکیسے بنیں؟ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ پچھلے ساٹھ سالوں میں جتنی حکومتیں آئی ہیں، ان کی غلط پالیسیاں بھی ایک وجہ ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ developmentچھ، سات یا آٹھ شہروں تک محدود ہے۔ Rural development کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ گاؤں کے لوگ اچھے life styleبہتر زندگی، بہتر روزگار اور بچوں کی education کے لیے شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ چونکہ وہ لوگ غریب ہوتے ہیں اور یہاں پر مہنگے گھر نہیں لے سکتے اس وجہ سے وہ ان کچی آبادیوں میں بس جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ land mafiaکا بھی اس میں بہت بڑا ہاتھ ہے اور land mafiaکے ساتھ پولیس اور revenue departmentبھی ملے ہوئے ہیں، ان کے بغیر یہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی planningکی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ گوٹھ وغیرہ آباد ہوتے ہیں جن کو بڑھاتے جاتے ہیں تو حکومت کے پاس end of the dayسوائے اس کے کوئی optionنہیں رہتا کہ یا تو ان کو regularizeکیا جائے اور اگر وہ زمین کسی اور مقصد کے لیے چاہیے تو ان کو کسی اور جگہ پر shiftکر دیا جائے۔ حکومت کو سب سے پہلے تو good governess کے ذریعے اس مسئلے کو روکنا چاہیے تاکہ futureمیں یہ آبادیاں نہ بنیں کیونکہ یہ بنتی جائیں گی تو آخر میں جتنی بھی state landہے، وہ ساری اسی طرح کچی آبادیوں میں چلی جائے گی جو کہ بہت قیمتی زمین ہے۔ اس کے علاوہ ان کچی آبادیوں میں بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں، وہاں پر water and sewerageکا مسئلہ ہوتا ہے کیونکہ وہ regularizeنہیں ہوتیں تو وہاں پر اس طرح sewerage and water supply کی سکیمیں بھی

کم launchہوتی ہیں جس کی وجہ سے بہت unhygienic atmosphere createہوتی ہے۔ بیماریاں بڑھتی ہیں، لوگوں کو پینے کا صاف پانی نہیں ملتا۔ زیادہ تر بیماریاں صاف پانی میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں پر law and order, drug trafficking, prostitutionاور اس طرح کے سارے مسئلے ہوتے ہیں۔ سکول اور ہسپتال کی سہولتیں بھی یہاں پر بہت کم ہوتی ہیں۔ یہ ہمارے ہی شہری ہیں، ان کو ایسے حالات میں زندگی بسر کرنے دینا ٹھیک نہیں ہے، حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ سب سے پہلے تو ہماری Ministry for Planning and Developmentمیں جیسا کہ پوری دنیا، یورپ، rural and urban both areas امریکا یا کسی بھی developed countyمیں جائیں، ان کے کسی شہر اور گاؤں والوں کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے، وہاں پر بجلی، گیس، water and sewerage, schools hospitalsہر چیز میسر ہوتی ہے۔ ہمارے لوگ اس لیے شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ اگر آپ گاؤں میں development schemes launchکرتے ہیں تو وہاں کے لوگوں کو روزگار بھی ملے گا اور وہ بہتر life styleکے لیے شہروں کا رخ بھی نہیں کریں گے۔ ہمارے گاؤں خالی ہوتے جارہے ہیں اور شہر حد سے زیادہ بڑے ہوتے جارہے ہیں۔ جیسا کہ کراچی کی آبادی اب ایک اندازے کے مطابق دو کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے تو اتنے بڑے شہر crimeاور دوسرے حوالے سے unmanageableہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ good governanceکے ذریعے بھی اس کو controlکرنا چاہیے اور اس کے علاوہ Housing Ministryاور حکومت کو یہاں پر affordable housing, low cost housing schemes launchکرنی چاہییں تاکہ لوگ ان کچی آبادیوں کی طرف رخ نہ کریں اور یہ futureمیں developنہ ہونے پائیں۔ Thank you.

جناب چیئرمین: جناب عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے اس موضوع پہ مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! اس موضوع میں مختلف عناصر ہیں، یہ ہماری گورنمنٹ کی بنیادی طور پر فکر ہے اور ہماری societyکی یہ فکر ہے کہ لوگوں کو رہنے اور سر چھپانے کے لیے مکان ملیں۔ کیا ہم لوگ اپنے شہر یا گاؤں میں ایسے انتظام کر سکتے ہیں کہ جو ہماری کالونیاں ہوں یا جو ہماری آبادی ہو اس آبادی کے لئے بجلی، پانی گیس اور دوسری ضروریات مہیا

ہو سکتی ہیں ؟ جناب والا کیا ہم مجموعی طور پر، سیاسی طور پر، معاشرتی طور پر فکر رکھتے ہیں کہ ہم بچوں کے لیے تعلیم کا نظام ،سکول کا نظام قائم کر سکتے ہیں ، قائم کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ جناب والا! بنیادی طور پر مختلف سوالوں کا تعلق ہے ، مختلف عناصر کا تعلق ہے ۔ جناب والا! اگر ہم یہ فرض کریں کہ جب سے پاکستان بنا ہے ہماری گورنمنٹ خواہ وہ مرکزی ہو ، خواہ وہ صوبائی ہو ، خواہ وہ بلدیاتی ہو، وہ ایک plan کے تحت ان مسائل کو حل کرنے کا کوئی پروگرام رکھتی تو آج ہماری یہ صورت حال نہ ہوتی ۔ یہ جو شہروں کی ناقابل کنٹرول آبادیاں ہیں ، گاؤں اُجڑتے جا رہے ہیں ۔ اس طرح مجموعی طور پر جو زندگی ہے، ہم اُس میں ایک طرح سے planاور اصول کے تابع نہیں ہیں بلکہ ایک قسم کی anarchy ہے ۔ لوگ ہیں اور آ رہے ہیں ، سر چھپانے کی جگہ نہیں ہے،اگر کسی جگہ کوئی زمین کا ٹکڑا ملا تو اس نے وہاں پر اپنی جھونپڑی بنائی اور پہلی جھونپڑی کے بعد وہ مزید planning کریں گے، ہماری زندگی ایک spontaneousقسم کی ہو گئی ہے ۔ اس حوالے سے جناب والا سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ کو ہمیں یہ ایک بنیادی حق دینا چاہیے کہ ہر شخص کو سر چھپانے کی جگہ یا مکان لازمی طور پہ دیا جائے ، اس کا انتظام کیا جائے ۔ یہ بنیادی بات ہے مثلاً یہ جو slogan ہے روٹی ، کپڑا، مکان تو یہ اسی حوالے سے ہے کہ کم از کم وہ بنیادی باتیں ، وہ بنیادی چیزیں مثلاً مکان سر چھپانے کے لیے ، یہ ہر شخص کو حق ہو گا تو اس کے لیے پھر انتظام کرنا ہو گا کیونکہ وہ ایک حق ہے ۔ Courtمیں اُس حق کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے اس لیے ہماری گورنمنٹ خواہ وہ صوبائی ہے ،خواہ مرکزی ہے ، خواہ بلدیاتی ہے، اس نے اس کا انتظام کرنا ہے۔

جناب والا ! اس کے بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ مجموعی طور پر ہمارے rural areasخالی ہو رہے ہیں اور شہروں میں plan کے تحت کالونی بنانا ، کالونی کی ضروریات پانی، بجلی ، سکول اور دوسری ضروریات مہیا کرنا ہے، یہ نہیں ہو رہا تو اس لئے تمام مسائل پیدا ہوتے ہیں ۔ ہمارے غریب لوگ کسی دوسری جگہ سے بستر باندھے ہوئے شہر میں داخل ہوتے ہیں، اگر کسی جگہ پر کچی آبادی شروع ہوتی ہے۔ جناب والا! یہ بنیادی چیزیں ہیں، ہمیں اصولاً یہ ماننا ہو گا اور یہ حق fundamental right ہو گا کہ مکان کا انتظام ہو، اس کے لیے کیا طریقہ ہو کہ ہر شہر، ہر rural area میں ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ وہاں مختلف لوگ آئیں تو ان کو کم از کم سر چھپانے کے لیے ایک مکان مل سکے۔ ہم جب ان چیزوں کے حوالے سے دیکھتے ہیں کہ آج جو کچی آبادیاں ہیں، یہ تمام crimes اور دوسری چیزیں ہیں تو وہ ان حالات کی وجہ سے ہیں کہ planning نہیں ہوئی تو اس کے لیے لازمی

ہے کہ کچی آبادیوں کو regularize کیا جائے۔ ایسا انتظام ہو کہ ان کچی آبادیوں کو تحفظ بھی ملےاور ان کے لیے ضروریات زندگی گیس، پانی، صفائی اور دوسری چیزوں کا ایسا انتظام ہو کہ ہمارے لوگ وہاں پر گزارہ کر سکیں۔ بہرصورت یہ وسیع مضمون ہے۔ میں کچی آبادی کے لوگوں کے حقوق کے بارے میں کہوں گا کہ جو regular آبادیاں ہیں، ان میں بڑے مسائل ہیں، land mafia اور دوسرے مسائل بھی ہوتے ہیں۔ یہاں پر politics ایسی جا رہی ہے کہ کسی کے پاس غیر قانونی زور اور طاقت ہے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے یعنی آپ نے کراچی میں کچی آبادیوں کے بارے میں دیکھا، نام نہاد قانون کا فائدہ لیا اور کچی آبادیوں کو گرایا اور اس کے بعد ان کچی آبادیوں کو دوبارہ دوسرے لوگوں کے حوالے کیا۔ جو وہاں 20, 30, سالوں سے رہ رہے ہیں، انہیں نہیں دیا بلکہ جو طاقتور لوگ ہیں یعنی land مافیا اور دوسرے Government کے لوگ ہیں۔ Government کے بندوں کے روپ میں وہ لوگ چھپ کر باقاعدہ کچی آبادی کے لوگوں کو تنگ کرتے ہیں اور ان کے مکان گراتے ہیں اور انہیں بے دخل کرتے ہیں۔ جناب والا! ان کو regular کرنا چاہیے، ان کو تحفظ ملنا چاہیے اور اس کے لیے کسی محلے ، گاؤں اور کسی کالونی کی آبادی کی جو ضروریات ہیں، وہ فراہم کرنی چاہییں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب۔ پروفیسر خورشید صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ میرا خیال یہ ہے کہ آج ہم ایک ایسے مسئلے پر غور کر رہے ہیں جس کا تعلق ملک کی غریب آبادی سے ہے، خصوصیت سے بڑے شہروں سے ہے اور انسانی اعتبار سے اور law and order کے اعتبار سے یہ مسئلہ بڑا اہم بن گیا ہے۔ جناب چیئرمین! میں سب سے پہلی بات یہ کہنا چاہتا ہوں اور اپنے ان سب ساتھیوں کی تائید کرتا ہوں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ سر چھپانے کا حق ایک بنیادی حق ہے اور اس بات کو پاکستان کی ریاست، پاکستان کی قوم، پاکستان کے دستور کو قبول کرنا چاہئیے کہ ہر خاندان کا حق ہے کہ اسے سر چھپانے کے لیے مکان فراہم کیا جائے۔ جو خود لے سکتے ہیں، ان کے لیے موقع ہو جو نہیں لے سکتے، ان کے لیے اجتماعی تکافل کے نظام میں اس کا اہتمام کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اسلامی فقہ میں ایک بڑی دلچسپ چیز ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص صاحب نصاب نہیں ہے وہ زکوٰۃ سے مدد لے سکتا ہے۔ فقہ نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص اپنے مکان کو own کرتا ہے تو یہ property اس کا حق ہے اور اگر property ہونے کے

باوجود وہ ضرورت مند ہے تو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔دوسرے الفاظ میں ownership of the house جو ہے یہ exemption ہے، یہ اس کا ایک بنیادی حق ہے اور اس کی بناء پر اس کی امارت اور اس کی دولت کو calculate نہیں کیا جائے گا۔ تو یہ بڑا اہم اصول ہے اس کی روشنی میں right to house میری نگاہ میں ایک بنیادی حق ہے اس کو ہمیں تسلیم کرنا چاہیے اور پھر اس کے لئے دستوری تحفظ بھی ہو اور معاشی پالیسی ایسی ہو کہ ہم اس کا اہتمام کر سکیں۔

جناب والا! دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں خاص کر کراچی میں کچی آبادیوں کا جو معاملہ ہے یہ 48-1947 سے چل رہا ہے ۔ بار بار regularize بھی کیا گیا ہے اور پھر نیا phenomenon پیدا ہو گیا ہے اور مجھے صحیح یاد ہے کہ World Bank کی ایک رپورٹ میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ کراچی میں تیس فیصد آبادی کسی نہ کسی شکل میں کچی آبادیوں میں رہ رہی ہے جہاں بنیادی سہولتیں موجود نہیں ہیں، سڑکیں نہیں ہیں، پانی نہیں ہے، sanitation نہیں ہے اور اس کی وجہ سے شہر ایسے خطرات میں گھر گیا ہے کہ جس سے صحت ، صفائی، معاشی ترقی یہ سب متاثر ہو رہی ہیں۔ اس وقت ہم دو مسائل پر توجہ چاہتے ہیں ۔ ایک یہ کہ غریب طبقات کو rehabilitate کیا جائے ، کیوں کہ مکان فراہم کرنے کی کوئی پالیسی موجود نہیں ہے۔ بڑے بڑے مینشن بن رہے ہیں ، شادیوں پر آپ دیکھیں کہ کس طریقے سے اسراف کا کھلے بندوں مظاہرہ کیا جا رہا ہے لیکن دوسری طرف ایک بڑی آبادی ایسی ہے کہ جس کے پاس سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں ہے۔ ایک ایک کمرے میں بارہ بارہ افراد رہتے ہیں اور وہ بھی کسی سہولت کے بغیر تو اس کے لئے ایک پالیسی درکار ہے ۔معاشی پالیسی، housing policy اور urban development policy ان سب کے integrated vision کے اندر آپ کو اس بات کو دیکھنا پڑے گا اور جو genuine آبادیاں ہیں اس وقت انہیں آپ کو regularize کرنا ہو گا اور regularize کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کا انخلا نہ ہو بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں نئی urban planning کے ذریعے انہیں رہنے کے لائق بنایا جائے اور اس معاملے میں ان کی قرار واقعی مدد کی جائے۔

جناب والا! دوسرا پہلو ہے land mafia کا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کچی آبادیوں کو کچھ بااثر لوگوں نے ، صاحب اقتدار لوگوں نے استعمال کیا ہے اپنے تصرف میں لانے کے لئے اور اس وقت جو کچھ اطلاعات ہمیں مل رہی ہیں ، کراچی میں جس طرح آپریشن کیا جا رہا ہے ، یہ ظلم کی ایک شکل ہے اور اس کے پیچھے کون لوگ ہیں، اس کا تعین کرنے کی ضرورت ہے۔آپریشن روکنا چاہیے حق اور انصاف کے

مطابق حالات کو دیکھ کر یہ کام کیا جائے۔ بلاشبہ میں اس کے حق میں نہیں ہوں کہ جب چاہیں ایک wave آجائے اور جس کا جی چاہے کسی کی زمین پر قبضہ کرلے۔ یہ law and order problem ہے ، یہ governance کا مسئلہ ہے لیکن ساتھ ساتھ جو آبادیاں بن چکی ہیں ان کو اس طرح آپریشن کے ذریعے displace کرنا میں سمجھتا ہوں کہ سراسر ظلم ہے اس کو فوری رکنا چاہیے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کی کہ جہاں ایک صحیح economic policy and Housing policy درکار ہے وہیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جو urbanization ہو رہی ہے، جو migration ہو رہی ہے اس کے اسباب کیا ہیں۔Migration تاریخ کا ایک معروف عمل ہے لیکن وہ اس طرح ہونا چاہیے کہ اس سے ایسے حالات پیدا نہ ہوں ، ایسے مسائل پیدا نہ ہوں جو دونوں مقامات پر ، جہاں سے لوگ منتقل ہو رہے ہیں اور جہاں جا رہے ہیں، وہاں مشکلات پیدا ہوں۔integrated rule of development ہماری بہت بڑی ضرورت ہے۔ اگر ہم نے اس کو نظر انداز کیا یا جیسے کیا جا رہا ہے، agriculture جو ہمارے GDP کا تقریباً تیس فیصد contribute کرتی ہے ، جہاں آبادی کو تقریباً ساٹھ فیصد support کیا جا رہا ہے لیکن اس کے لئے ہمارے پاس آج تک کوئی مربوط پالیسی نہیں ہے جس کی بناء پر agriculture develop ہو، agriculture base industry develop ہو اور cottage industry develop ہو ، وہاں پر farm to market roads بنائی جائیں، وہاں ان لوگوں کو سہولتیں فراہم کی جائیں تاکہ وہ نقل مکانی نہ کریں اور اس طرح ہمارا جو village culture ہے وہ آگے بڑھے ، اس کا معیار بلند ہو اور وہ پورے ملک کے ساتھ integrated ہو۔ دوسری طرف جو industrial areas ہیں وہاں naturally migration ہو گی لیکن rule یہ ہونا چاہیے کہ industry کے ساتھ ساتھ یہ اس plan کا حصہ ہو کہ وہاں مزدوروں کے رہنے کے لئے ، ان کے بچوں کی تعلیم کے لئے ، ان کی صحت کے لئے انتظام کیا جائے ۔ ہو یہ رہا ہے کہ تمام چیزوں کو نظر انداز کر کے انڈسٹری قائم ہوتی ہے اور اس کے بعد کچی آبادیاں اس کی حدود میں آتی ہیں تو اس کے لئے ایک نئی economic paradigm پالیسی کی ضرورت ہے اور جب تک آپ اس طرف توجہ نہیں دیتے ، میں سمجھتا ہوں کہ ہم اصل مسئلے کے جو اسباب ہیں ان کو حل نہیں کر سکیں گے اور ہم ایک crises کے بعد دوسرے crises کو face کریں گے تو جب تک یہ comprehensive policy نہ بنے ہم اس مشکل سے نہیں نکل سکتے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی شاہ صاحب! کون جواب دے گا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری : جی اس کا جواب Minister for Housing and Works دیں گے۔

جناب چیئرمین: جی آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر کھٹومل: شکریہ جناب چیئرمین! کچی آبادیوں کے مسئلے پر میں آپ کا صرف تھوڑا سا وقت لوں گا۔ میرا focus specially, minorities اور کراچی ہوگا۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ کراچی میں ایک تو کچی آبادیاں وہ ہیں جو لینڈ مافیا نے بنائی ہیں۔ وہاں پر پرانے گوٹھ تھے جو پاکستان بننے سے پہلے بھی تھے توماشاء اللہ وہاں پر ابھی پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور وہاں پر کچی آبادی کی وزارت بھی الگ ہے۔ سروے ہو رہا ہے اور میرا کہنے کا مطلب صرف یہ تھا کہ جو گوٹھ تھے پاکستان بننے سے پہلے کے ان میں سے کافی گاؤں مسمار کیے گئے ہیں اور بڑے بڑے builders نے ان پر قبضہ کیا۔ ایک تو اس چیز کو روکا جائے۔ جو قدیمی گوٹھ تھے ان کو کم از کم بچایا جائے۔ میرا دوسرا جو متعلقہ focus ہے وہ minorities کا ہے۔ تھرپارکر، عمرکوٹ، میرپورخاص، ٹنڈوالہ یار، حیدرآباد، سانگھڑ کے اضلاع میں more than 60% جو مزارع ہیں وہ زمینداروں اور وڈیروں کی زمین پر صدیوں سے آباد ہیں لیکن وہ وڈیروں کے غلام بنے ہوئے ہیں صرف اس وجہ سے کہ ان کے پاس جو رہنے کے لئے ٹکڑا زمین ہے وہ ان وڈیروں کے اپنے survey numbers میں آتا ہے تو اس کے لئے میں آپ کے توسط سے چاہوں گا کہ جو minorities کے لوگ ہیں اور خاص طور پر ہماری جو مسیح برادری شہروں میں ہے، ان کے جو حالات ہیں وہ رحم کے لائق ہیں۔ یہی میری گزارش ہے کہ ان کے لئے بھی کچھ کیا جائے شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی شاہ صاحب! کون جواب دے گا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اسمبلی کا اجلاس شروع ہے اور Minister for Housing and Works وہاں ہیں۔ میں نے پیغام بھیجا ہے۔ ان کو بلالیتے ہیں اگر مغرب کی نماز کے بعد ہو جائے تو بہتر ہے۔

جناب چیئرمین: آپ ان کو بلالیں۔ Immediately after namaz ان کو بلالیں۔ آدھے گھنٹے کے لئے وقفہ کرلیتے ہیں نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ دوسرا جو Motion ہے وہ Foreign Affairs سے متعلق ہے کہ Present stage of Indo- Pak dialogue with

یہ بھی ان کا ہے توان کوفوری بلالیں تا کہ particular reference to the water dispute. We adjourn till 7.00 pm. یہ بھی ہوجائے

[The House was adjourned for ‘Maghrib, prayers, till 7:00 p.m.]

[The House reassembled after Maghrib prayers with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair]

جناب چیئرمین: ابھی points of order لے لیتے ہیں let's save the time.

Senator Prof. Khurshid Ahmed: Save the time or kill the time, I don't know.

جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میں دراصل آپ کی توجہ اور آپ کے توسط سے حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، ملک صاحب بھی موجود ہیں اگر وہ اس پر روشنی ڈال سکیں کہ نادرا میں-----

(اس موقع پر ایوان میں جمعیت علمائے اسلام (ف) کے اراکین walk out ختم کر کے واپس آئے)

(ڈیسک بجائے گئے)

Points of Order

Regularization of service of the contract employees of the National Database Registration Authority.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: اخبارات میں اطلاع آئی ہے کہ hundreds of contractual employees of National Database Registration Authority staged a protest demonstration in front of its headquarters building demanding of the Government for their regularization as per its policy.

جناب والا! بنیادی issue یہ ہے کہ ایک ملازم کو security of job ہونی چاہیے۔ یہ contract نظام استحصال کی ایک بد ترین شکل ہے۔ نادرا کے ادارے میں جو کام کرنے والے لوگ

ہیں، یہ دس سال سے کام کر رہے ہیں لیکن ان کو security of job حاصل نہیں۔ ہم اپوزیشن میں رہے ہیں، ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں، جب PPP ہمارے ساتھ اپوزیشن میں تھی تو ہر موقع پر ہمارے ساتھی یہ بات کہتے تھے کہ contract ملازمت ختم ہونی چاہیے، اس کو regularize کیجیے۔ اب آپ کی حکومت کو آئے ہوئے 2 سال ہوگئے ہیں لیکن بار بار یہ چیزیں ہمارے سامنے آرہی ہیں کہ مختلف اداروں کے اندر جن لوگوں کو contract پر رکھا گیا ہے، آج بھی وہ اسی حالت میں ہیں۔ وہ چیخ رہے ہیں، احتجاج کر رہے ہیں، التجائیں کر رہے ہیں لیکن کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ یہ بڑا ہی افسوسناک معاملہ ہے۔ اس لیے میں یہ چاہوں گا کہ حکومت اس معاملے میں ذمہ داری کا ثبوت دے۔ اس نے قوم سے جو وعدے کیے ہیں ان کو پورا کرے اور مزدوروں کا جو حق ہے، وہ ان کو دے۔ وہ آپ سے بھیک نہیں مانگ رہے، وہ آپ سے کسی قسم کی رعایت طلب نہیں کر رہے ہیں۔ اگر وہ genuinely competent ہیں اور کام کر رہے ہیں اور 10 سال سے وہاں ان کا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ .they are delivering پھر آپ ان کو regularize کیوں نہیں کرتے؟ اگر فرض کریں کہ کوئی ایسا مسئلہ ہے کہ یہ incompetent لوگ ہیں تو آپ ان کو identify کریں، ان کو اس بات کا موقع دیں کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو improve کریں یا انہیں فارغ کریں لیکن آپ نے انہیں contract پر رکھا ہوا بھی ہے اور ان کو regular بھی نہیں کر رہے ہیں۔

میں آپ سے دوسرا پہلو یہ بھی کہوں گا کہ regular employees کو security of job کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ان کو جو total emoluments ملتے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں جو contract پر دئیے جا رہے ہیں۔ اس وقت ملک میں جو مہنگائی ہے، جس طریقے سے عام انسانوں کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا ہے تو اس بات کی ضرورت ہے کہ security of job بھی ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کو ایک just wage ملے اور وہ just wage regularization کے ساتھ ہی مل سکتا ہے۔ Contractual معاملات کو جلد از جلد ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر میں آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا تھا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی ملک صاحب۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک (وزیر برائے داخلہ): شکریہ جناب چیئرمین! فاضل ممبر نے جو فرمایا ہے، بالکل ٹھیک فرمایا ہے لیکن یہ depend کرتا ہے کہ contractual employees کیوں

رکھے جا رہے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ اس وقت most recently IDPs کے ساتھ جو محترمہ بے نظیر بھٹو کی employment scheme ہم نے شروع کی تھی، ان دونوں کے لیے ہمیں کچھ contractual employees کی ضرورت تھی۔ یہ temporary phase تھا اور اس میں وہ لوگ جنہوں نے خود کو volunteer کیا on the basis of information جو کہ ہم نے collect کرنی تھی تو ظاہر ہے کہ اس کے لیے set pay ہوتی ہے، اس کے ساتھ fringe benefits نہیں ہیں، نہ گھر ہے، نہ گاڑی ہے، نہ ان کو سکول کے بچوں کی فیس کے لیے کچھ ملتا ہے، privileges are not there. لوگ اس کو prefer نہیں کرتے۔ میں نے Chairman NADRA کو direct کیا ہے کہ آپ permanent vacancies create کریں اور جو available permanent posts ہیں ان کے against وہ employees جو permanent ہو سکتے ہیں on the basis of their qualification and of course on merit. Now another question arises اگر ہم سارے لوگ ان ملازمین سے لیتے ہیں تو جو ہمارا quota system ہے that will also be disturbed. اس کے لیے میں نے ان سے complete and comprehensive report مانگی ہے۔ انشاءاللہ in coming weeks I will have the details, but I am with you sir, that جو ملازمین contract پر ہیں ان کا کوئی نہ کوئی فیصلہ ہونا چاہیے۔ مجھے پتا ہے کہ وہ ہڑتالیں بھی کرتے ہیں، وہ ہم سب کو approach بھی کرتے ہیں،

but I have taken cognizance of that and hopefully I will be resolving this issue very soon.

Mr. Chairman: Very Good. Malik Sahib is very hard working man, Yes Professor Sahib.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں ان کی اس بات کو welcome کرتا ہوں۔ ماضی میں بھی انہوں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ ہماری requests پر respond کریں لیکن یہاں میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ IDPs کا معاملہ اور temporary employment on contract سمجھ میں آتا ہے لیکن جو point میں نے اٹھایا ہے اگر حقیقت میں درست نہیں ہے تو I will withdraw لیکن اگر حقائق یہی ہیں تو یہ کہا گیا ہے کہ the protestors are of the view that in spite of serving NADRA for the last ten years, since its inception

they had not been regularized and working as contract employees.

اگر یہ حقیقت ہے تو پھر آپ کا بیان درست نہیں ہے۔ ان لوگوں کا حق ہے کہ آپ انہیں regularize کریں۔

جناب چیئرمین: اس کو ذرا check کرلیں۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: میں عرض کرتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے ملازمین تھے جو بہت عرصہ سے ملازمت کر رہے تھے، کچھ کو ہم نے regularize کر دیا ہے، کچھ کو ہم نے process میں رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے جو کہا ہے کہ جتنے ملازمین ہیں، میں بعد میں ان سے details بھی لے لوں گا۔ اگر میں اس میں کچھ relief دے سکا تو definitely I will do it.

Waiver of Agriculture Bank's loans in respect of IDPs from Malakand Division.

جناب چیئرمین: زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! مالاکنڈ ڈویژن سے جو IDPs آئے تھے اور ان کے ساتھ جو کچھ ہوا، اب حکومت نے Agricultural Bank کے قرضے معاف کردیے لیکن آج بھی ہمارے سامنے ادھر لوگ بیٹھے ہیں اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ابھی تک ہمارا کوئی بھی قرضہ معاف نہیں ہوا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اگر وہ اعلان کرتی ہے تو پھر اس اعلان پر عمل بھی کرے تاکہ وہ لوگ جن کے مسائل ہیں، ان کے مسائل حل ہوں۔ ایک تو پہلے سے ان لوگوں کے پاس نہ کھانے کے لیے ہے اور نہ پینے کے لیے ہے، ان لوگوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ دو سالوں سے ان کا کوئی کاروبار ہوا اور نہ کھیتی باڑی ہوئی نہ ان کے ہوٹلوں کا business چلا۔ حکومت نے اعلان کیا کہ انہوں نے زرعی بینک سے جو قرضے لیے ہیں وہ معاف کر دیئے ہیں لیکن ابھی تک ان قرضوں کو معاف نہیں کیا گیا ہے۔ یہ لوگ یہاں پر آکر دھرنے دے رہے ہیں یا مظاہرے کر رہے ہیں۔ حکومت کا کوئی آدمی ادھر ہے کہ وہ اس پر بات کرے۔ جن لوگوں کے لیے حکومت نے اعلان کیا تھا، وزیر خزانہ تو نہیں ہے، اس چیز کو دیکھا جائے یا زرعی بینک سے پوچھا جائے کہ آپ نے کس حد تک یہ قرضے معاف کیے ہیں اور کن لوگوں کو آپ اب بھی تنگ کر رہے ہیں، یہ غلط بات ہے، کیونکہ حکومت کی بھی بدنامی ہوتی ہے اور پارلیمنٹ کی بھی بدنامی ہوتی ہے، لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ پارلیمنٹ کے ممبران ایسے ہی بیٹھے ہیں، عوام

کے لیے آواز نہیں اٹھاتے ہیں۔ میں شاہ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ حکومت سے یہ ensure کروا ئیں کہ ان لوگوں کے زرعی بینک کے جتنے قرضے تھے وہ معاف ہو گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب سے پوچھ لیتے ہیں، جی ملک صاحب are you aware of it? آپ جواب دے دیں۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: جناب چیئرمین! یہ وزارت خزانہ سے متعلق ہے لیکن مجھے اتنا پتا ہے کہ قرضے معاف ہوئے ہیں۔ اگر یہ fresh question دے دیں--

جناب چیئرمین: نہیں یہ Point of Order پر بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: اگر یہ Point of Order پر بھی بات کر رہے ہیں تو یہ تفصیلات مانگ لیں وزیر خزانہ کل ایوان میں موجود ہوں گے----

جناب چیئرمین: کچھ لوگ باہر بیٹھے ہوئے ہیں آپ زاہد صاحب کے ساتھ جا کر ان لوگوں سے مل لیں۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: جناب چیئرمین! ایک بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے JUI کے ممبران نے آج ایوان کا بائیکاٹ کیا تھا اور جس basis پر انہوں نے بائیکاٹ کیا تھا ان پر میں نے ان سے بات کی ہے اور وہ مطالبات جو میرے level پر حل ہو سکتے میں کروں گا۔ جو میرے level پر حل نہیں ہو سکتے ہیں اور ان پر وزیراعظم کی attention کی ضرورت ہو گی، میں ان کی list بنا کر وزیراعظم صاحب کو انشاءاللہ دوں گا۔ کل صبح نو بجے یہ لوگ مجھے گھر پر ملیں گے، انشاءاللہ وہاں پر جتنے بھی چھوٹے موٹے معاملات ہیں ہم ان کو list out بھی کریں گے، میں ان میں جو immediate relief دے سکتا ہوں وہ دوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے مطالبات جائز ہیں۔ انہوں نے جو باتیں کی ہیں وہ جائز ہیں اور سمجھ میں آتی ہیں۔ میں ان کو دوبارہ welcome کرتا ہوں اور انشاءاللہ in coming days we will be able to resolve their issues. Thank you sir.

Mr. Chairman: We appreciate the good work done by you. جی شیرانی صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: شکریہ جناب چیئرمین! میں اپنے قائدین محترم بخاری صاحب اور محترم رحمٰن ملک صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے بار بار اپنے طور پر بہت کوشش کی اور چونکہ ہم بھی اپنی اس پالیسی یا ہم نے جو ایک فیصلہ کیا تھا اس سے مجبور تھے، ان کے بار بار فرمانے پر ہم معذرت ہی کر رہے تھے۔ آج ملک صاحب اور بخاری صاحب نے ہمارے ساتھ یہ طے کیا ہے کہ کل ہم تمام ساتھی جو اس ایوان کے ممبر ہیں ایک مشترکہ اجلاس میں شرکت کریں گے اور اس میں ایک ایجنڈا مرتب کریں گے، کیونکہ ہمارے اکثر و بیشتر معاملات وزارت داخلہ سے متعلق ہیں جیسے مساجد مسمار ہوئی ہیں، مدارس مسمار ہوئے ہیں، لوگوں کو بلاوجہ اٹھایا گیا ہے ، نہ ان کے خلاف FIR register ہوتی ہیں نہ انہیں عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔ باجوڑ میں بے گناہ لوگ پیش کر کے ان کے کندھوں پر بندوقیں ڈال کر کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے surrender کیا ہے۔ اسی طرح بلوچستان کے جو مسائل ہیں جن میں target killing and bomb blasts شامل ہیں، ان کے بارے میں طے یہ ہوا ہے کہ ہم کل ایجنڈا مرتب کریں گے اور وزیراعظم صاحب سے مشترکہ اجلاس میں ان تمام معاملات پر غور ہو گا، اگر ضرورت پڑی تو Corps Commander یا جو ہمارے فوجی افسران ان معاملات سے متعلق ہیں ان کے ساتھ بھی نشست ہو گی۔ جناب ملک صاحب اور بخاری صاحب کا اس ایوان میں جو وعدہ ہے تو میرے خیال میں اس پر تو ٹھہرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: جی ملک صاحب۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: میں ان کی بالکل تائید کرتا ہوں جو یہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے جتنے بھی معاملات ہیں ہم ان پر مل بیٹھ کر پورا غور و خوض کرنے کے بعد انشاءاللہ full cooperation extend کریں گے۔

جناب چیئرمین: شکریہ. good job done جی سواتی صاحب آپ بھی بائیکاٹ سے واپس آ گئے ہیں۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی(وفاقی وزیر برائے سائنس و ٹیکنالوجی): جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کروں گا کیونکہ ملک صاحب یہاں پر موجود ہیں کہ میں نے اور میرے بھائی نے جو قومی اسمبلی کے مانسہرہ اور کالاڈھاکہ سے ممبر ہیں حکومت کو واضح طور پر بتا دیا ہے کہ اگر کالاڈھاکہ میں آپریشن ہو گا تو سب سے پہلے گولی مجھے لگے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کالاڈھاکہ کے پٹھان اور قبائل پاکستان

کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وہ پرامن شہری ہیں اور اس وقت میرا بھائی وہاں کا دورہ کر رہا ہے۔ جس وقت یہ دہشت گرد اس علاقے میں آئے تھے، تو میرا ہی قبیلہ تھا کہ جس نے جا کر ان کو flush out کیا اور ہم تو دعا کر رہے تھے کہ سب سے بڑا دہشت گرد ہمارے ہاتھ آجاتا تاکہ ہم اسے پکڑ کر حکومت کے حوالے کرتے، رحمٰن ملک اس بات کے گواہ ہیں۔ آج بھی میں کہتا ہوں کہ اگر وہاں پر گولی چلے گی تو سب سے پہلے میرے سینے پر چلے گی اور میں حکومت میں بیٹھ کر یہ واضح کردوں کہ اس طریقے سے دورنگی نہیں ہو گی۔ ہمارا کالاڈھاکہ کا علاقہ، مانسہرہ کا این اے 21 پرامن علاقہ ہے۔ وہاں کے مدارس خدا کے فضل سے پاکستان کے مدارس ہیں، وہاں کی مساجد مسلمانوں کی مساجد ہیں۔ میں پورے ملک کی عوام سے گزارش کروں گا کہ اگر ایک پرامن علاقے کو اس طریقے سے destabilize کیا جا رہا ہے تو پھر اس کا بھی انہیں notice لینا چاہیے اور اگر کوئی ایسا order آپریشن کا ہوا ہے تو ان کو واپس لے لینا چاہیے اور اگر ایسے کوئی آرڈر چلے گئے ہیں تو ان کو واپس ہونا چاہیے۔ مجھے ندامت ہو رہی ہے کہ میں ایک وزیر کی حیثیت سے حکومت میں بیٹھ کر یہ بات کر رہا ہوں لیکن یہ انتہائی اہم ہے اس لیے کہ میں اس حکومت کا بھی خیر خواہ ہوں، اپنے ملک کا بھی اور اپنے علاقے کا دفاع کرنا بھی جانتا ہوں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، مشہدی صاحب! **آپ کا** Point of Order ہے؟ جی فرمائیے۔

Increase in heinous crimes in the country specially in Karachi.

SenatorCol.(R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much, Mr. Chairman! My Point of order is on a matter of national importance.

یہ جو kidnapping for ransom پورے ملک میں اور خصوصی طور پر کراچی میں ہے اور اس میں alarming increase ہوئی ہے، میں آپ کو بتاؤں کہ آج کی ڈان اخبار میں نمایاں دکھایا گیا ہے اور باقی دیگر اخباروں میں بھی اور ویسے بھی جو ہم لوگ وہاں رہتے ہیں، ہم ان heinous crimes سے ڈر کر، دب کر رہ رہے ہیں۔ گزشتہ دو سالوں میں ان میں بہت بڑا rise ہوا ہے۔ 2008ء میں 92 cases kidnapping for ransom کے رجسٹر ہوئے تھے صرف کراچی میں اور 2009ء میں

85 cases ہوئے۔ اور اس سال کے پہلے دو مہینوں میں 19 cases تو رجسٹر ہوئے ہیں اور چھ cases ہوئے تو ہیں مگر ان لوگوں نے رجسٹر نہیں کروائے اور پیسے دے کر انہوں نے اپنے loved ones کو واپس لے لیا ہے تو 25 cases دو مہینوں میں ہوئے ہیں۔ یہ ایک business بن گیا ہے اور یہ آپ کو اچھی طرح پتا ہے چیئرمین صاحب، کہ پاکستان میں کوئی criminal چاہے وہ سمگلر ہو، چاہے وہ hoarder ہو، چاہے وہ black marketeer ہو وہ پولیس کی protection کے بغیر اور بڑے بڑے influential لوگوں کی back کے بغیر اپنی nefarious activities نہیں کر سکتے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے بچوں کا خیال کریں۔ Businessman باہر نکلنے سے گریز کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اب آپ government کی attention draw کرا لیجئے۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: Government کی attention ہی تو میں draw کرا رہا ہوں۔ Mr. Chairman, یہ بہت serious matter ہے، یہ business بن گیا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: یہ کاروبار بن گیا ہوا ہے۔ ان کو protection دے رہے ہیں، ان کو بڑے influential لوگ protection دے رہے ہیں۔ پولیس کے پاس جائیں تو پولیس inaction دکھا رہی ہے۔ کچھ اس کا نہیں ہو رہا۔ یہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ کیا ہم یرغمال بنتے رہیں گے؟ یہ پورے ملک میں ہیں اور خاص طور پر کراچی میں ہیں۔ میں Honourable Minister for Interior کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں گا جو ہر چیز پر action لیتے ہیں اور توجہ دیتے ہیں۔ مجھے پتا ہے کہ اسے provincial subject کہا جاتا ہے مگر یہ پورے ملک میں بھی ہے اور خاص طور پر کراچی اور interior سندھ میں بھی بہت سے سیٹھوں کو اور ہماری minorities کے لوگوں کو بھی kidnap کیا جا رہا ہے اور میں اس طرف حکومت کی توجہ مبذول کرا رہا ہوں۔

Mr. Chairman: Thank you Mashhadi Sahib.

جی ملک صاحب! it's a provincial subject. ہر صوبے کا اپنا اپنا ہے۔

Would you like to throw some light on it?

سینیٹر اے۔ رحمٰن ملک : جیسے مشہدی صاحب نے خود ہی فرما دیا کہ It's a provincial subject. I will definitely take the cognizance and write to the provinces for the improvement. لیکن ایک چیز میں مشہدی صاحب سے عرض کروں گا۔ انہوں نے ایک لفظ کہا ہے influential people, would you like to mention four or five names, even two names here so that we can proceed against them because the general thing...., let's have two names and let's make them example out of them. Thank you sir.

جناب چیئرمین: جی سردار لغاری صاحب۔ مشہدی صاحب! دو نام پوچھ رہے ہیں آپ سے۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: جناب! بالکل ہماری پارٹی نے نام لیے ہوئے ہیں۔ ہماری پارٹی نے کور کمیٹی کی meeting میں provincial government کو بھی اور Federal government کو بھی نام دیئے ہوئے ہیں چند influential لوگوں کے مگر زیادہ تر influential hidden hands ہوتے ہیں، یہ hidden ہوتے ہیں۔ یہ پولیس کا کام ہے۔ ہماری law enforcing agencies کا کام ہے کہ ان کو ڈھونڈیں اور ان کو unearth کریں۔ Cooperation of the public کی ہم گارنٹی دیتے ہیں۔ پاکستان کی پوری عوام، ہماری پولیس اور law enforcing agencies تعاون کرنے کو تیار ہیں مگر ان پر ہاتھ ڈالیں اور ان کالی بھیڑوں کو پکڑ کر بند کریں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے ہو گئی بات۔ ٹھیک ہے۔ کافی لوگوں کے points of order ہیں۔

Let me get them brief. Thank you.

Derogatory remarks passed by the President Pakistan Bar Council against parliamentarians.

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: شکریہ جناب چیئرمین صاحب، یہاں پر یہ پورا مقدس ایوان بالا وکلاء کا دل سے بہت احترام کرتا ہے۔ وکلاء کی کاوشیں ہیں چیف جسٹس افتخار

چوہدری کی بحالی میں۔ اس بحالی کے لیے پورے ملک کے اندر انتھک جدوجہد آخر کار رنگ لائی اور افتخار چوہدری صاحب جو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ہیں انہیں بحال کرنا ہی پڑا۔ یہ سب ایک جگہ پر، سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے سربراہ جناب قاضی انور صاحب نے ابھی کچھ روز پہلے کوئٹہ کے اندر ایک بیان دیا اور اس بیان میں انہوں نے پارلیمان کے بارے میں جس میں سینیٹ کا ایوان بھی آتا ہے اور نیشنل اسمبلی بھی آتی ہے، کہا کہ اس میں smugglers اور چور بیٹھے ہیں۔ جناب! آپ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔

(شیم شیم کے نعرے)

یہ contempt of parliament ہے۔ جناب! آپ ہمارے ایوان بالا کے custodian ہیں۔اس قسم کی contempt کا آپ کو خود نوٹس لینا چاہیے اور آپ اس بات کو یاد رکھیئے کہ موصوف قاضی انور صاحب خود بھی اسی سینیٹ کے ایوان کے رکن رہ چکے ہیں اور دو ڈھائی سال رکن رہے ہیں، جس وقت مشرف صاحب آئے تھے اس سے پہلے وہ رکن تھے۔ میں جناب قاضی انور صاحب سے جاننا چاہتا ہوں کہ فرط جذبات میں آکر انہوں نے اس قسم کی statement دی تو وہ یا تو ہمیں بتائیں کہ کون کون سمگلر اور کون کون چور ہیں؟ وہ کس طریقے سے اس پارلیمنٹ کی، اس مقدس ایوان کی دھجیاں اڑا سکتے ہیں۔ ہم lawyers movement کو appreciate کرتے ہیں لیکن ہم کسی کو اجازت نہیں دیتے کہ اس پارلیمان کی اس طرح بے عزتی، اس سے بدتمیزی اور تضحیک کی جائے۔ برائے مہربانی آپ اس بارے میں کوئی نہ کوئی ruling آج صادر فرمائیے۔

جناب چیئرمین: جی مولا بخش چانڈیو صاحب۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: شکریہ چیئرمین صاحب، میں لغاری صاحب کی بات کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔ میں بھی اسی خیال کا حامل ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے اداروں کے خلاف ایک مسلسل سازش ہو رہی ہے۔ آہستہ آہستہ ہر ادارے کو تنقید کا نشانہ بنا کر انہیں متنازعہ بنانا چاہتے ہیں۔ یہاں کچھ لوگ ہیں جو اس پالیسی پر عمل پیرا ہیں کہ جس ادارے کا سربراہ ان کو اچھا نہ لگے اس پورے ادارے کو تنقید کا نشانہ بنا کر متنازعہ بنا دیا جائے۔ بدقسمتی سے اگر یہاں کسی کی پسند کا صدر بیٹھا ہے تو پورا ایوان صدارت مقدس ہے، صدر کا عہدہ مقدس ہے لیکن اگر ان کی پسند کا کوئی صدر نہیں تو پوری صدارت کو، صدر کو اور کسی بھی چیز کو وہ مقدس نہیں سمجھتے اور ہر چیز کو تہس نہس کرنا چاہتے

ہیں۔ اگر چیف جسٹس اپنی پسند کا ہے تو سپریم کورٹ بھی مقدس ہے، چیف جسٹس بھی مقدس ہے۔ اگر چیف جسٹس پسند کا نہیں تو آؤ! سپریم کورٹ پر حملہ کر دو۔ سپریم کورٹ اب مقدس نہیں رہی کیونکہ وہ چیف جسٹس اب ہماری پسند کا نہیں ہے۔

اسی طرح فوج کے ادارے کو بھی کہ جب اس کا سربراہ پسند کا نہیں تو سارے اصولوں کو نظر انداز کر کے اس ادارے کو بھی متازعہ بنایا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، ابھی کچھ مہینے پہلے ہم نے اعتراض کیا تھا، ہم نے پارلیمانی پارٹی میں احتجاج کیا تھا کہ میڈیا کے ایک آدمی نے ، ہم سارے میڈیا کے مخالف نہیں، ان کی آزادی کے لیے ہم جیلوں میں گئے ، میں نے صحافیوں کے ساتھ جیل کاٹی ہے لیکن ایک ادارے نے آغاز کر دیا اور اس نے پوری پارلیمنٹ کو جاہل کہا۔ پھر دوسرے تبصرے میں پارلیمنٹ کے لیے غلط لفظ استعمال کیے۔ ہم نے احتجاج کیا لیکن ہم ملکی مفاد کی خاطر کہ ملک انتشار کی طرف نہ جائے، خاموش رہے۔ یہ سازش ہے۔ اب میں برملا کہنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ سپریم کورٹ کے دوست نہیں ہیں۔ یہ چیف جسٹس صاحب کے دوست نہیں ہیں۔ یہ عدلیہ کے دوست نہیں ہیں۔ یہ ایسے تنگ کرنا چاہتے ہیں لوگوں کو کہ ان کے توہین آمیز لب ولہجے سے تنگ آکر لوگ سپریم کورٹ کے بارے میں بولنا شروع کریں۔ چیف جسٹس کے بارے میں بولنا شروع کریں ۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ کوئی ادارہ نہ بچے۔ یہ مخصوص مشن پر کام کر رہے ہیں۔ یہ اپنے گھٹیا مفادات حاصل کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں لیکن ہم سیاسی لوگ صبر کا مظاہرہ کر رہے ہیں مگر آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ اس بات کا ضرور نوٹس لینا چاہیے ۔ اگر عدلیہ مقدس نہیں، اگر سپریم کورٹ مقدس نہیں، پارلیمنٹ مقدس نہیں تو سپریم کورٹ بار کا صدر کیسے مقدس ہوسکتا ہے؟ جو نہ ٹھیک ہے، نہ اس کی طبیعت صحیح ہے، نہ وہ بول سکتا ہے ۔ جو بول ٹھیک نہیں سکتا اس کی دماغی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کوئی بھی محب وطن آدمی اس انداز سے اداروں کو لعن طعن کا نشانہ نہیں بنا سکتا۔ پارلیمنٹ بہرحال پارلیمنٹ ہوتی ہے ، کچھ لوگوں کی پسند یا ناپسند کا معاملہ ہوسکتا ہے ، کچھ لوگ ناپسند ہوسکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایسی روایات ڈالو، آج ایک وزیر قانون ہے ، کل وزیر قانون دوسرا ہوگا۔ آپ وزیر قانون کو نکال کر پارلیمنٹ کو control کرنا چاہتے ہو۔ انسان فانی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے۔ انسان کو موت آتی ہے کرسی کو زوال ہے۔ یہ سلسلہ ہمیشہ تو نہیں رہے گا۔ آپ ایسی کوئی روایت ڈالیں جو آگے چل کر بھی آپ کے لیے اچھی ہو۔ ٹھیک ہے، آج کچھ لوگ پارلیمنٹ میں آپ کی پسند کے نہیں ہیں لیکن کل آپ کی پسند کی بھی پارلیمنٹ آسکتی ہے ۔ میں ایک بات کرکے اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب چیئرمین! ضیاالحق

کے زمانے میں ایسا ہوا کہ میں نے عجیب و غریب پارلیمنٹ دیکھی جو اپنے ہی اختیار کو ختم کرنا چاہتی تھی اور اپنے اختیار کے خاتمے پر انہوں نے آخری ترمیم کے حق میں ووٹ دیے۔ اس ترمیم کے تحت کہا گیا کہ ضیا الحق نے جتنا بھی سیاست کو، جمہوریت کو اور پارلیمنٹ کو رسوا کیا ،وہ سب جائز تھا۔ آج پھر ایک بہت بڑے حصے نے سترھویں ترمیم کی حمایت کی ، پھر پارلیمنٹ کو رسوا کیا۔ اب پھر لوگ اٹھے ہیں ---وہ کہتے ہیں کوئی نہیں-- میں کہتا ہوں مشاورت کرنی چاہیے۔ لیکن روایت تو اس قسم کی نہ ڈالیں کہ پوری پارلیمنٹ ختم ہو جائے---

جناب چیئرمین: Conclude کریں۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: آپ کی بڑی مہربانی! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر دوسرے اداروں کے سربراہ اپنے اداروں کی عزت کے لیے کچھ کر رہے ہیں تو سینیٹ میں آپ بھی ہمارے سربراہ ہیں ، آپ ہماری عزت کے محافظ ہیں۔ آپ اس ادارے کے تقدس کے محافظ ہیں۔ ان سے ضرور پوچھیں۔ وہ افراد کو تنقید کا نشانہ ضرور بنائیں لیکن اداروں کو تنقید کا نشانہ نہ بنائیں یہ وفاق پاکستان کے لیے کوئی اچھی روایت نہیں ہو گی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! قاضی انور صاحب کے بیان سے ایک ہاؤس کی نہیں بلکہ پوری پارلیمنٹ کی تذلیل ہوئی ہے اور ہر ممبر یہ سوچتا ہے کہ یہ زیادتی اور ناانصافی ہے۔ قاضی انور صاحب کو ہماری پارٹی نے ۱۹۹۷ میں سینیٹر بنا دیا تھا اور وہ ٦ سال کے لیے سینیٹر بنے تھے اور اگر پرویز مشرف نہ آتے تو قاضی صاحب اس ایوان میں ٦ سال پورے کرتے جس ایوان کو وہ برا بھلا کہتے ہیں لیکن میرے خیال میں وہ ان کی اپنی بات نہیں ہے۔ اگر آپ background میں جائیں تو بات کسی اور کی ہے جو اس کی زبان سے کہی گئی ہے ورنہ ایک طرف وہ کہتے ہیں کہ جو پشاور کے چیف جسٹس ہیں انہوں نے دو ایسے ججز لیے ہیں جن سے ہمارے چیف منسٹر نے disagree کیا تھا ، وہ خود کہتے ہیں کہ وہ ٹھیک نہیں ہیں لیکن پھر کہتے ہیں کہ فرد واحد کو اختیار دے دیں کہ judges appoint کرے۔ تو وہ دو باتیں کرتے ہیں۔ پھر لاہور میں جو کیا ہے یا کسی ایک چیمبر سے لیا گیا ہے، میں کسی کا نام نہیں لیتا ہوں، کسی کے کہنے پر اس بے چارے نے کہا ہے کیونکہ اسی کے زور پر وہ اس وقت سپریم کورٹ بار کا صدر بنا ہے۔ اس لیے یہ غلط بیانی اور غلط کام چلتا آرہا ہے ۔ میرے خیال میں وہ بذات خود بڑا شریف

آدمی ہے لیکن پتا نہیں کس کے ہاتھ چڑھ گیا اور وہ پارلیمنٹ کے خلاف ایسے بیانات دے رہا ہے اور وہ ہم میں سے ہے اور اس کا ہمیں پتا ہے۔ ہم بھی اس کے ساتھی ہیں جو اس طرف پارلیمنٹ میں بیٹھے ہیں۔ وکیلوں میں کون صحیح ہوتا ہے؟ میں کسی کا نام نہیں لیتا یہ تو لوگوں کا خون چوستے ہیں۔ ایک بندے کے پاس پیسا نہیں ہوتا کہ وہ کیس کے لیے جائے اور اس کو کہتے ہیں کہ جہاں سے مرضی آپ پیسے لے آئیں اور مجھے دے دیں۔ تو کیا ہم سارے وکیلوں کے بارے میں یہ بات کرتے ہیں، نہیں، کیونکہ ان میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم ان کو کہیں کہ یہ غلط ہے اور یہ صحیح ہے۔ اسی طرح پارلیمنٹ کا کام legislation کرنا ہے۔ یہ اگر کسی ادارے سے مشورہ کرنا شروع کر دیں تو پھر ہر ادارہ کہے گا کہ آپ میرے لیے legislation بنا رہے ہو تو کم از کم مجھ سے تو پوچھیں کہ آپ نے کیا ڈالنا ہے اور کیا نہیں ڈالنا ہے۔ یہ پارلیمنٹ قوم کی نمائندہ ہے۔ قوم نے اس کو چنا ہے اور قوم کے لیے یہ legislation کر رہی ہے۔ یہ کسی کے ایما پر نہیں کر رہی، کسی کے خلاف نہیں کر رہی۔ یہ جو مناسب سمجھتی ہے کر رہی ہے اور آئینی کمیٹی کو تو داد دینی چاہیے کہ اس نے 9 مہینوں میں اتنا کام کیا ہے جتنی پارٹیاں بیٹھی ہیں یعنی اس میں پندرہ پارٹیاں ہیں جن کے ممبر اس میں شامل ہیں اور وہ consensus سے ایک چیز کو آگے لے کر جا رہے ہیں اور 9 ماہ میں ایک ایسا قانون لا رہے ہیں۔ دو ,dictators Zial ul Haq and General Musharraf نے 1973 کے آئین کا بیڑا غرق کیا ہے، ان کا گند یہ آئینی کمیٹی صاف کر رہی ہے تو وکیل برادری کو ہماری اس کمیٹی کو داد دینی چاہیے، اس پارلیمنٹ کو داد دینی چاہیے۔ وہ کل کہتے تھے کہ Parliament sovereign ہونی چاہیے تو آج پارلیمنٹ اس طرف جا رہی ہے اور sovereignty دکھا رہی ہے۔ وہ آئین میں ایسی تبدیلی لا رہی ہے کہ پارلیمنٹ کے دائرہ اختیار میں ہو اور ہر ادارہ اپنی اپنی جگہ آزاد ہو اور اپنا کام کرے۔ میرے خیال میں پارلیمنٹ پر تنقید مناسب نہیں ہے اور اگر آئندہ کرتے ہیں تو ہمارے ہاؤس کی طرف سے کہا جائے کہ دیکھیں! ہم قوم کے نمائندے ہیں اگر آپ کو بھی سیاست کا شوق ہے تو ہم کسی کو نہیں روکتے، آپ عوام میں آئیں، ووٹ لیں اور آ جائیں قومی اسمبلی اور سینیٹ میں بیٹھ جائیں کیونکہ اس میں ملک اور قوم کا مفاد ہے کہ اٹھارویں ترمیم صحیح طریقے سے پاس ہو اور دو ڈکٹیٹروں نے جو گند ڈالا ہے وہ صاف ہو اور ملک میں Parliament sovereign ہو۔ اگر ہم پارلیمنٹ پر تنقید کریں گے تو پھر ہمارا یہ حق نہیں بنتا کہ ہم باہر آواز بلند کریں کہ پارلیمنٹ کو sovereign ہونا چاہیے تو میرے خیال میں ان لوگوں کو اس پر ذرا

سوچنا چاہیے، وہ وکیل ہیں، سمجھدار ہیں، وہ ایسی بات نہ کریں جس سے پارلیمنٹ کی دل آزاری ہو۔ شکریہ۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: جناب والا! یہ معاملہ ضرور Privilege Committee میں جانا چاہیے۔He is not above law sir. آپ اس پر ruling دیں۔

جناب چیئرمین: Sense of the House لے لیتے ہیں۔ بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین شکریہ۔ گزارش یہ ہے کہ آج جو issue on the floor raise ہوا اور معزز اراکین نے قاضی انور صاحب کے حوالے سے گفتگو کی، بلاشبہ وہ اس ایوان کے ممبر بھی رہے ہیں اور جو ممبرز نے اپنا اظہار خیال کیا اس میں بات institutions کی نہیں بلکہ individual شخص کی ہو سکتی ہے۔ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن ہمارے لیے بڑی قابل احترام ہے۔ وکلا community ہمارے لیے بڑی قابل احترام ہے۔ اگر انہوں نے personal capacity میں یہ بیان دیا ہے تو اس کو کوئی responsible statement نہیں کہا جا سکتا۔ جمال لغاری صاحب نے privilege کی بات کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی privilege motion move کریں تو اس کے بعد آپ sense of the House بالکل لے لیں۔ اس کے مطابق عمل کیا جائے گا لیکن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آئین بنانا، amend کرنا یہ پارلیمان کا کام ہے اور جس process میں آج آئینی کمیٹی کام کر رہی تھی اس میں تمام پارٹیوں نے کوشش کی کہ harmoniously یہ سارا معاملہ آگے چلے اور کچھ forces اگر اس میں کوئی interruption چاہتی ہیں تو وہ اس ملک کے interest کی بات نہیں کرتیں، قوم کے مفاد کی بات نہیں کرتیں اور accuse کرنا اور defame کرنا، مناسب بات نہیں ہے۔ ہمارے پارلیمان کے بارے میں انہوں نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ بڑے derogatory ہیں، defamatory ہیں لیکن میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ خود بھی ایک الیکشن لڑے ہیں اور جب الیکشن لڑے تو ان کے خلاف ایک petition ان کے اپنے فورم پر بھی pending ہے جو بیرسٹر باچہ صاحب نے file کی ہوئی ہے اور اس میں یہ allegation بھی ہے کہ Qazi Anwar is a convicted person and that matter is still subjudice before Pakistan Bar Council also تو میں سمجھتا ہوں

کہ ممبران کے جو جذبات اور hurt feelings ہوئی ہیں اگر وہ ممبران privilege motion move کرنا چاہتے ہیں تو we should proceed accordingly. This is my submission.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ پروفیسر محمد ابراہیم خان صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: شکریہ جناب چیئرمین! میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمیں جذبات کی رو میں نہیں بہنا چاہیے، جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں اور بالخصوص آئینی ترامیم کے حوالے سے بہت ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ ہمیں سوچنا چاہیے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پوری قوم personality centric ہو چکی ہے اور ہم شخصیات کو زیر بحث لا رہے ہیں، حالانکہ وسیع النظر اور وسیع الظرف لوگ شخصیات کی بجائے بالخصوص جہاں اصول طے ہو رہے ہوں وہاں شخصیات زیر بحث نہیں لاتے، اصول طے کرتے ہیں اور ان اصولوں پر شخصیات کو پرکھا جاتا ہے۔ یہاں شخصیات زیر بحث لائی جا رہی ہیں اور ان پر اصولوں کو منطبق کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جیسے یہاں بات ہوئی قاضی انور صاحب کا نام زیر بحث آیا ہے اور اس سے پہلے مولانا بخش چانڈیو صاحب نے وزیر قانون کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کئی حلقوں سے چیف جسٹس صاحب پر بھی تنقید ہوئی ہے اور جس طرح قائد ایوان نے کہا کہ خود قاضی انور صاحب کے خلاف ان کے respective forum میں ایک case بھی موجود ہے، آئین اصول طے کرتا ہے، مولا بخش صاحب سے مجھے بالکل اتفاق ہے کہ وزیر قانون کسی شخص کا نام نہیں ہے، ایک ادارہ ہے، آج ایک شخص وزیر قانون ہے، کل کوئی اور شخص وزیر قانون ہو گا۔ میں تو اس سے بڑھ کر عرض کروں گا کہ اگر حکومت فیصلہ کر دے کہ یہ صاحب وزیر قانون نہیں، ہم نے اس کو Attorney General بنا دیا ہے تو کیا پھر بات یہ ہو جائے گی کہ اٹارنی جنرل کو نہیں ہونا چاہیے اور وزیر قانون کو ہونا چاہیے، اس لیے میری یہ تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ ہمیں اس مرحلے پر بہت ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ سوچنا چاہیے، اصولوں کو طے کرنا چاہیے اور پھر شخصیات کو ان اصولوں پر پرکھنا چاہیے، شخصیات کو لے کر اصول طے نہیں کرنے چاہییں اور ماضی کے حوالے سے یہ تنقید ہو رہی ہے، میں بھی کر سکتا ہوں لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا، ہم خود اس میں participate کر رہے ہیں اور تمام جماعتیں جو پارلیمنٹ میں موجود ہیں وہ participate کر رہی ہیں میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس میں کامیابی ہو اور ہم قوم و ملک کے لیے بہترین اصول طے کرنے میں

کامیاب ہو جائیں اور میں ایک بار پھر گزارش کروں گا کہ جذبات کی رو میں ہمیں نہیں بہنا چاہیےاور اصول بڑے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ طے کرنے چاہییں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر خالد سومرو صاحب۔

Law and Order situation in Sindh.

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: جناب! میں نے قاضی انور کے خلاف تحریک استحقاق دے دی ہے۔ اس پر رائے لے لی جائے۔ میں جمال لغاری صاحب اور چانڈیو صاحب سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں، پارلیمنٹ سے بالاتر کوئی نہیں ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی کو تسلیم کرنا چاہیے اور جو لوگ اس قسم کی زبان استعمال کرتے ہیں ان کو لگام دینی چاہیے۔ جناب! جہاں تک میرے point of order کا تعلق ہے، میں دو چار چیزیں محکمہ پولیس کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں، ابھی دو دن پہلے گڑھی یاسین میں ایک قبائلی جھگڑا ہوا ہے جس میں پولیس لاتعلق نظر آتی ہے ، بہت ساری قیمتی جانیں ضائع ہو گئی ہیں ، پورا گڑھی یاسین کا علاقہ میدان جنگ بنا ہوا ہے۔ تین دن پہلے ٹھٹھہ میں جہاں بہت بڑا دینی مدرسہ ہے، اس کے مہتمم مولانا احمد سومرو صاحب ہیں ، ان کے مدرسے پر دھاوا بولا گیا ہے ، RPO کے احکامات کے مطابق پولیس کی 20, 25 mobile گاڑیاں آئیں لیکن مولانا صاحب ان کو نہیں ملے ، ان کی گاڑی کا تالا توڑا اور اٹھا کر لے گئے ، اس کی فلمیں بنی ہوئی ہیں، میڈیا نے اس کی recording کی ہوئی ہے ، وہ channel پر چلائی گئی ہیں لیکن چونکہ RPO صاحب اس میں ملوث ہیں اس لیے کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں ہو رہی ہے۔

تیسری چیز گزشتہ ہفتے کراچی میں حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری رحمت اللہ علیہ کو ان کے جوان سال بیٹے سمیت شہید کیا گیا ہے۔ مولانا سعید جلال پوری صاحب پاکستان کے انتہائی نامور عالم دین تھے ، ان کی بہت بڑی خدمات ہیں ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے وہ امیر تھے، وہ ایڈیٹر اور معروف صحافی تھے، ختم نبوت کے ایڈیٹر تھے ، جنگ کراچی میں جو اسلامی صفحہ ہر جمعے کو شائع ہوتا ہے اس میں ایک معروف کالم ہے آپ کے مسائل اور ان کا حل' وہ اس کے انچارج تھے، ملزمان معلوم ہیں ، نامزد کیے گئے ہیں لیکن ان کو کراچی پولیس گرفتار کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، میں التماس کرتا ہوں کہ پولیس کو ہدایت کی جائے کہ ان ملزمان کو فوراً گرفتار کرے اور جن واقعات کی میں نے نشاندہی کی ہے

اس پر سینیٹ کی طرف سے کم ازکم ایک بات جانی چاہیے تاکہ لوگوں کی جان و مال، عزت و آبرو کے ساتھ کوئی نہ کھیل سکے کیونکہ لوگوں کی جان و مال ، عزت و آبرو کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے ۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! ڈاکٹر صاحب نے بات کی ہے۔ اس کی اگر آپ سندھ کے Home Minister سے تفصیل لے لیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! اس پر certainly I will request the Interior Minister to have a report from Sindh Government. Secondly, it was earlier decided and the delegation of JUI Senators will be meeting the Interior Minister tomorrow, it should be raised over there. In the meantime we will have a report from the Sindh Government also.

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! آپ کی کل Interior Minister سے ملاقات ہو رہی ہے، آپ یہ point بھی وہاں raise کر لیں تاکہ یہ چیز cover ہو جائے۔ جی ڈاکٹر کھٹومل صاحب۔

Violent attitude of Punjab police against minorities.

سینیٹر ڈاکٹر کھٹومل: شکریہ ۔ میں نے جمعے کو بھی آپ سے گزارش کی تھی لیکن آپ نے آج کے لیے کہا تھا ۔ میں پنجاب پولیس اور پنجاب گورنمنٹ کی بے حسی اور minorities پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کی طرف آپ کی توجہ دلاؤں گا ۔

جناب! صادق آباد میں دو colonies ہیں ایک کرسچین کالونی ہے دوسری کرشنا کالونی ہے۔ جناب! وہاں پر ڈاکو دن دیہاڑے آئے ہیں ، تین گھنٹے ان کے بچوں و عورتوں کو باندھ کر سامان لوٹا ہے ، یہ فیملی باہر سے آئی ہوئی تھی ۔ میں نے ڈی آئی جی سے لے کر ڈی پی او تک ہر ڈسٹرکٹ انتظامیہ و پولیس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کے سر پر جوں تک نہیں رینگی اور ان لوگوں نے مجھے واپس فون کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی۔

اسی کے ملحقہ لیاقت پور ہمارا ایک علاقہ ہے وہاں پر ہمارے لوگوں کا ایک زمین کا ٹکڑا تھا اس کو ہتھیانے کے لیے وہاں کے ایک چودھری نے اس پورے گاؤں پر دھاوا بولا ہے ، وہ پورا قبیلہ در بدر بھٹک رہا ہے، ان کے مویشی، اناج اور ان کے گھروں پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ میں نے رحیم یار خان اور

بہاولپور کی انتظامیہ سے رابطہ کر کے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی لیکن اس بارے میں کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

پرسوں جمس آباد میں ہمارا ایک کوہلی (Kohli) قبیلہ ہے، اس کی بیٹی کے ساتھ وہاں کے زمیندار نے ظلم کیا ہے اس کو rape کر کے، اس کے بعد جب اس کا والد اپنی بیٹی کو لینے گیا تو بیٹی اور ماں دونوں کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ وزیر داخلہ صاحب اس وقت ہاؤس میں موجود نہیں ہیں، پنجاب گورنمنٹ میں جو تواتر سے ظلم و زیادتیاں ہو رہی ہیں اور سندھ میں جو کل واقعہ ہوا اس نے ہم لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہمارے Leader of the House یہاں بیٹھے ہوئے ہیں وہ پنجاب کے Home Minister سے مہربانی کر کے بات کریں، سندھ میں جو واقعہ ہوا اس کے متعلق میرا مسلسل چیف منسٹر صاحب اور ہوم منسٹر صاحب سے رابطہ ہے، ہم نے کوشش کی ہے لیکن ملزم فرار ہو گیا ہے۔ پنجاب میں یہ جو زیادتیاں ہو رہی ہیں اس کا notice لینا چاہیے۔

جناب چیئرمین: جی شاہ صاحب۔ ڈاکٹر صاحب نے جس طرف توجہ دلائی ہے۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, as far Home Minister Sindh is concerned they have already raised this issue with him. But from Punjab we can have a report.

جناب چیئرمین: میرے سامنے ایک تحریک استحقاق آئی ہے، یہ قاضی انور صاحب کے خلاف ہے، لغاری صاحب بھی اس بارے میں تحریک استحقاق دے رہے ہیں، we will club it. آپ اس کو تیار کر لیں، ہم کاکڑ صاحب سے جو Motion Rule 194 کا ہے اس کا جواب لے لیتے ہیں۔ جی کاکڑ صاحب۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (وزیر برائے مکانات و تعمیرات): شکریہ۔ جناب چیئرمین! ملک میں سب سے زیادہ کچی آبادیاں 334 صرف کراچی میں ہیں۔ اس کے علاوہ کچی آبادیاں کراچی، سکھر، حیدرآباد، لاہور، کوئٹہ، پشاور، راولپنڈی کے نالہ لئی اور فیصل آباد میں ہیں۔

جناب چیئرمین: کچی آبادیاں اسلام آباد میں بھی ہیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: اسلام آباد میں بھی ہیں لیکن دوسرے شہروں کی طرح نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب اسلام آباد کے پرانے مقیم ہیں یہ زیادہ روشنی اس پر ڈال سکتے ہیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ: جناب چیئرمین! یہ وہ آبادیاں ہیں جو باقاعدہ سروے میں سامنے آئی ہیں۔ ان میں زیادہ تر Government land پر، near Railway stations یا جو public importance کے مقامات ہیں ان پر قبضہ ہے۔ اس کے بارے میں گزشتہ سال کراچی میں بہت مسئلہ تھا پاکستان کوارٹرز میں، میں نے حکومت کی طرف سے اور بابر غوری صاحب اور PPP کے دوست بھی اس میں ہمارے ساتھ تھے، وہاں کے مکینوں کو اعتماد میں لے کر ان کو یہ باور کرایا کہ جب یہ جگہ demolish ہو گی تو اس سے پہلے ان کی رہائش کے لئے حکومت اچھی جگہیں بنائے گی اور پھر بتدریج ان کو وہاں شفٹ کیا جائے گا اور easy installments پر ان کو یہ جگہیں دی جائیں گی۔ اس کے لئے House Building Finance Corporation کے ساتھ کراچی میں اور پچھلے ہفتے لاہور میں Ministry of Finance کے ذریعے meeting ہوئی ہے۔ انہوں نے بھی یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ 15 سے 20 سال تک mortgage loan پر بات کریں گے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ اس کے لئے میری منسٹری کی جو National Housing Authority ہے وہ پالیسی بنا رہی ہے۔ National Housing Authority policy بنا رہی ہے جس میں ان slums کو بھی شامل کیا جا رہا ہے۔ تین میٹنگز اس کی ہو چکی ہیں provincial capitals میں اور پرسوں اسلام آباد میں national level کی اس کی ایک میٹنگ ہو رہی ہے۔ اس میں ان چیزوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ حکومت کو شدید احساس ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے اور تقسیم ہند کے بعد سے مقیم وہاں پر آباد ہیں۔ حفظان صحت، تعلیم اور پینے کے پانی کا بڑا مسئلہ ہے۔ آئے دن diarrhea یا ملیریا کے جو کیسز آ رہے ہیں وہ صرف ان کچی آبادیوں کے مکینوں سے آ رہے ہیں۔ حکومت ان کے لئے ایک پالیسی بنا رہی ہے اور انشاء اللہ بہت جلد یہ نافذ کریں گے۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! منسٹر صاحب کو پابند کیا جائے کہ وہ اس meeting کے بارے میں ایوان کو بھی بتائیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کا کڑ: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں پرسوں کی meeting کے بعد اس august House کو یہ بتانے کی پوزیشن میں ہوں گا کہ ہم کب اس پالیسی کو لا رہے ہیں؟ سینیٹر کھٹومل صاحب نے interior Sindh کی پندرہ لاکھ minorities کے بارے میں بات کی ہے۔ ہم اس کو بھی consider کریں گے اور میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اسے black and white میں move کر دیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی لغاری صاحب۔

Senator Sardar Mohammad Jamal Khan Leghari: Thank you Mr. Chairman. I on behalf of my honourable colleagues and honourable Senators would like to move Privilege Motion against the statement of the President of the Supreme Court Bar Association, he, in a statement issued from Quetta, categorically castigated the Houses of Parliament by calling the Parliamentarians, "smugglers and thieves". Sir, the names are Madam Sughra Imam Sahiba...... Sir, there are many signatures and I don't know whose name.....

جناب چیئرمین: نام بھی لکھ لیجیے۔

Senator Sardar Mohammad Jamal Khan Leghari: But they can all raise their hands and you can see that they were all part of the signatories.

جناب چیئرمین: آپ اس کے ساتھ ان کے نام بھی annex کر دیں۔ جی شاہ صاحب۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Not opposed.

Mr. Chairman: Not opposed.

Sense of the House یہی ہے۔ It is referred to the Rules and Privileges Committee of the Senate. اس میں آپ تمام کے نام لکھ لیجیے کیونکہ ان کو پھر notices issue ہوں گے۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: میں نام لکھ لیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بڑی مہربانی۔ جی صابر بلوچ صاحب۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب چیئرمین! عرض یہ ہے کہ لغاری صاحب نے جو motion move کی ہے ہم سب اس کی تائید کر رہے ہیں لیکن پریس گیلری میں جو ہمارے پریس کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو بھی میں عرض کرتا ہوں کہ وہ بھی اس مسئلے کو لیں اور اس کو print and electronic media میں highlight کریں اور جو Parliamentarians یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کے جذبات عوام تک پہنچائیں کہ اس قسم کے شر انگیز خیالات رکھنے والے لوگ عوام کے سامنے expose ہو جائیں۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ میرا خیال ہے کہ 8.00 بج رہے ہیں باقی items کو defer کرتے ہیں۔ جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر محمد ابراہیم خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! اگر یہ کام ہوا ہے تو میرے علم میں اضافہ ہو جائے گا اور اگر نہیں ہوا ہے تو آپ کی توجہ ہو جائے گی۔ Rule 19 ہے۔

19. (1) At the commencement of the first session of each year, the Government shall in consultation with the Chairman provide a provisional calendar of sessions for the parliamentary year.

(2) The Chairman shall cause the provisional calendar to be circulated amongst the members forthwith.

اگر یہ ہوا ہے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر نہیں ہوا ہے تو آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ provisional calendar circulate ہو جائے تاکہ سال کے لئے Standing Committees بھی اپنا پروگرام بنا سکیں اور ہم بھی اسی کے مطابق اپنے اوقات ترتیب دیں۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات بالکل صحیح ہے۔ یہ provisional calendar ہم نے بنا کر گورنمنٹ کو بھیج دیا ہے اور یہ جو session چل رہا ہے it is under that provisional calendar, in few days you will all get the copies of that. جی طلحہ محمود صاحب۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: جناب چیئرمین! ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حوالے سے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کو چاہیے کہ Prime Minister sahib کا جو دورہ امریکہ کا آنے والا ہے، 6 مئی کو عافیہ صدیقی کو سزا سنانے کے لئے کورٹ نے آرڈر کیا ہے۔ 6 مئی سے پہلے Prime Minister sahib کا visit ہے وہاں پر، جو کچھ اس وقت اس کے ساتھ ظالمانہ سلوک ہو رہا ہے اور جس طریقے کے ساتھ یہ consensus پورے ملک میں پوری nation کا ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حق میں آیا ہے اس حوالے سے حکومت کو چاہیے کہ اس کے highest سے highest forum پر بات کر کے اس مسئلے کو sort out کیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں Prime Minister دلچسپی لیں گے اور اپنے visit کے اندر اس کو ایجنڈے پر رکھیں گے تو اس سے ہمارا مسئلہ sort out ہو سکتا ہے اور اس سے ہمارے ملک میں بھی ان کے لئے ایک اچھی بہتری آئے گی اور nation بھی مطمئن ہو گی۔

Thank you very much.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی شاہ صاحب۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: The Government is already working on it and the Government has extended its support to lawyers being engaged by Dr. Afia Siddiqi. Certainly this is a concern which Government has already shown. The point which has been raised by honourable member, we will bring it to the notice of the honourable Prime Minister on his visit to USA that the matter may be taken up with the authorities in the United State.

Mr. Chairman. O.K. The House stands adjourned to meet again on Tuesday, 30th March, 2010 at 5.00 p.m. Thank you.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, 30th March, 2010 at 5.00 p.m.]